فکر و نظر........... اسلام آباد　　　جلد: ۴۴　　　شمارہ: ۲

حیاتِ نبویؐ میں اجتہاد

ڈاکٹر عرفان خالد ڈھلوں☆

حیاتِ نبویؐ میں کسی شخص کے اجتہاد کے جواز پر علمائے اصول کا اختلاف ہے۔ ان کا ایک قلیل گروہ اس کی مطلق ممانعت کا قائل ہے جن میں ابو علی محمد بن عبد الوہاب جُبائیؒ معتزلی (م۳۰۳ھ) اور ان کے بیٹے ابو ہاشم عبدالسلام جُبائیؒ معتزلی (م ۳۲۱ھ) وغیرہ شامل ہیں۔ ان کی رائے ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ مبارکہ میں صحابہ کرامؓ خواہ آپ کے پاس تھے یا دور، کسی کو اجتہاد کی اجازت نہیں تھی(۱)۔ ان اصولیین کے چند اہم دلائل مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ حیاتِ نبویؐ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی مسئلہ کا حکم معلوم کرنا ایک مجتہد کے لیے ممکن تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف رجوع کیے بغیر اور ہٹ کر اجتہاد کرنا جائز نہیں ہے۔

۲۔ اجتہاد کا حکم غالب گمان پر ہوتا ہے، جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملنے والا حکم مبنی بروحی اور قطعی ہے۔ وحی اور قطعی علم سے انحراف کر کے گمان اور ظن کی طرف رجوع جائز نہیں ہے۔ ایسا کرنا نص اور اجماع کو چھوڑ کر قیاس سے کام لینا اور قوی ترین کو ترک کرکے کمزور ترین کی طرف جانے کے مترادف ہے۔

۳۔ اجتہاد میں غلطی کا امکان ہے، جبکہ نص غلطی سے محفوظ ہے۔ حیاتِ نبویؐ میں ایک شخص نص سے حکم معلوم کرنے پر قادر ہوتا ہے۔ محفوظ راستہ پر چلنے کی قدرت رکھنے کے باوجود پُر خطر راستہ پر چلنا عقلاً قبیح ہے اور قبیح کو عقل ناجائز قرار دیتی ہے۔

۴۔ صحابہ کرامؓ مسائل کا شرعی حکم معلوم کرنے کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف رجوع کرتے تھے۔ اگر اجتہاد کی اجازت ہوتی تو وہ آپ کی طرف مراجعت نہ کرتے اور ان کے اجتہادات نقل ہوتے، جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کے بعد ہونے والے اجتہاداتِ صحابہؓ منقول ہیں۔

۵۔ عہدِ نبویؐ میں وقوعِ اجتہاد کے دلائل اخبارِ آحاد(۲) ہیں اور اخبارِ آحاد مسائل قطعیہ میں حجت نہیں ہیں۔

☆ ریسرچ ایسوسی ایٹ، شریعہ اکیڈمی، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد

۶۔ اگر خبر واحد کو حجت مانا جائے تو یہ صرف اس کے لیے حجت ہے جس کے حق میں وارد ہوئی ہے۔ خبر واحد کی حجیت میں عموم نہیں ہے۔

جمہور اصولیین کی رائے

جمہور علمائے اصول کے نزدیک حیاتِ نبویؐ میں صحابہ کرامؓ کو اجتہاد کی اجازت تھی اور اس عہد میں صحابہؓ کے اجتہادات وقوع پذیر بھی ہوئے تھے۔ البتہ مجوّزین اس مسئلہ کی تفصیل میں اختلاف رکھتے ہیں:

پہلی رائے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بعید رہنے والے صحابہ کرامؓ کو اجتہاد کی اجازت تھی لیکن آپ کے پاس موجود صحابہؓ کو اس کی اجازت نہیں تھی(۳)۔ یہ رائے شافعی علماء ابن الصباغ (م۴۷۷ھ) اور امام غزالیؒ (م ۵۰۵ھ) کی ہے۔ امام جوینیؒ (م۴۷۸ھ) بھی اسی طرف میلان رکھتے ہیں۔ ان علماء کے چند اہم دلائل مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دُور مجتہد صحابی کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی مسئلہ میں قطعی اور یقینی علم کا ادراک و حصول مشکل تھا۔ اگر دُور رہنے والے مجتہد کو اجتہاد کی اجازت نہ ہوتی اور وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات تک مسئلہ کا حکم مؤخر کر دیتا تو اس سے انسانی مصالح کا نقصان ہوتا۔

۲۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بعید صحابہ کرامؓ کے اجتہادات کے جواز پر حضرت معاذ بن جبلؓ کا واقعہ بطور دلیل موجود ہے جو حضرت معاذؓ کے بعض اصحاب سے روایت کیا گیا ہے۔

۳۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی ہی میں اجتہاد کے جواز پر کوئی دلیل نہیں ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرو بن العاصؓ کو بعض مقدمات کا فیصلہ کرنے کا حکم دیا تھا(۴) اور حضرت عقبہ بن عامرؓ کو بھی ایک جھگڑے کا فیصلہ کرنے کا حکم دیا تھا(۵)، تو امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ حدیث معاذؓ مشہور روایت ہے، امت نے اسے قبول کیا ہے جبکہ دوسری روایات اخبارِ آحاد ہیں جو ثابت نہیں ہیں۔ اگر وہ ثابت ہوں بھی تو احتمال ہے کہ یہ ان دونوں صحابہؓ کے لیے خاص ہوں یا کسی معین واقعہ کے لیے ہوں(۶)۔ کتنے فاصلے کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دوری شمار کیا جائے؟ اس بارے میں امام غزالیؒ لکھتے ہیں کہ جو صحابی ایک فرسخ(۷) اور اس سے زیادہ فاصلہ پر ہوتا، وہ اجتہاد سے کام لیتا تھا(۸)۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بعید صحابہؓ کے لیے اجتہاد کے جواز میں بھی اصولیین کی دو آراء ہیں: بعض اسے مطلق جائز قرار دیتے ہیں اور بعض کے نزدیک حیاتِ نبویؐ میں صرف ان کو

اجتہاد کی اجازت تھی جنہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قاضی یا والی بنا کر دوسرے علاقوں کی طرف مبعوث فرمایا تھا۔

دوسری رائے: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں اجتہاد کی اجازت تھی اور صرف اس صحابی کو اجتہاد کی اجازت تھی جسے آپ نے ایسا کرنے کا حکم دیا تھا(۹) جیسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعد بن معاذؓ کو محصورین بنو قریظہ کا فیصلہ کرنے کا حکم دیا تھا(۱۰)۔ البتہ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابی کے ازخود کیے گئے اجتہاد کو برقرار رکھا تو ایسا اجتہاد جائز ہے، جیسے کافر مقتول کا سامان اسے قتل کرنے والے مسلمان سپاہی کو ملنے کے بارے میں حضرت ابوبکر صدیقؓ کا اجتہاد (۱۱)۔ ابو عبداللہ محمد بن یحییٰ جرجانیؒ حنفی (م۳۹۷ھ) کا موقف ہے کہ اذنِ نبویؐ سے اجتہاد جائز ہے، اس کے بغیر جائز نہیں ہے(۱۲)۔

حنفی فقیہ اصولی امام ابوبکر جصاصؒ (م۳۷۰ھ) کے نزدیک رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں صحابہ کرامؓ کا اجتہاد دو صورتوں میں جائز تھا:

۱۔ ایک یہ کہ جب آپ نے صحابہؓ سے مشورہ طلب فرمایا، جیسے اسیرانِ بدر کا معاملہ۔

۲۔ دوسری حالت یہ کہ آپ کی موجودگی میں صحابہؓ نے آراء پیش کیں یا اجتہاد سے ماخوذ حکم بتایا۔ اگر آپ نے اسے منظور فرمایا تو ایسا اجتہاد صحیح ہے اور اگر مسترد فرمایا تو وہ اجتہاد باطل ہے۔ یہ جائز نہیں تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں ایسا اجتہادی حکم مستقل طور پر نافذ کر دیا جائے جس کی آپ نے اجازت نہ دی ہو(۱۳)۔

تیسری رائے: اگر کسی صحابی کو اجتہاد سے منع نہیں کیا گیا تو اسے حیاتِ نبویؐ میں اجتہاد کی اجازت تھی(۱۴)۔

چوتھی رائے: صحابی کا اجتہاد معلوم ہونے پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اس پر سکوت فرمانا اس اجتہاد کی قبولیت کے لیے کافی ہے(۱۵)۔

پانچویں رائے: اگر اجتہاد احکام میں ہوتا جیسے کسی چیز کو فرض یا حرام قرار دینا، تو ایسے اجتہاد کی اجازت نہیں تھی، اس کے علاوہ دیگر مسائل میں اجتہاد کی اجازت تھی۔ یہ رائے امام ابن حزمؒ ظاہری (م۴۵۶ھ) کی ہے(۱۶)۔

چھٹی رائے: اکثر اصولیین کے نزدیک حیاتِ نبویؐ میں اجتہادِ صحابہؓ کی مطلق اجازت تھی، خواہ وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہوں یا آپ سے دور(۱۷)۔ البتہ سیف الدین آمدیؒ شافعی (م۶۳۱ھ) اور ابن حاجبؒ مالکی (م۶۴۶ھ) کے نزدیک حیاتِ نبویؐ میں وقوعِ اجتہاد کے متعلق یقینی طور

پر نہیں کہا جا سکتا۔ یہ محض گمان ہے کہ انہوں نے عہدِ رسالت میں اجتہاد کیا تھا۔ ان دونوں علماء کا قولِ مختار یہی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں اجتہاد جائز تھا(۱۸)۔

حیاتِ نبویؐ میں اجتہادِ صحابہؓ کے مطلق جواز پر قائلین کا استدلال درج ذیل ہے:

۱۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس بات پر مامور تھے کہ آپ صحابہؓ کو شریکِ مشورہ کریں۔ قرآن مجید میں ہے:

وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ [آل عمران ۳:۱۵۹]

اور (اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم!) آپ اپنے کاموں میں اُن سے مشورہ لیا کریں۔

مشورہ اس وقت تک نہیں ہوسکتا جب تک صحابہ کرامؓ اجتہاد نہ کریں اور اپنی آراء نہ دیں۔

۲۔ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عدم موجودگی میں اور آپ سے دور اجتہاد کی اجازت ہے تو آپ کے پاس ہوتے ہوئے اجتہاد کا جواز بدرجہ اولیٰ ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دور اور آپ کی عدم موجودگی میں اجتہادی غلطی کا استدراک ممکن نہیں ہے، جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں کیے گئے اجتہاد میں تلافیٔ خطا ممکن ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں اجتہاد کرنا گویا کتاب و سنّت سے اجتہاد کرنا ہے۔

۳۔ ایسے واقعات مروی ہیں کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بعید دونوں صورتوں میں صحابہؓ نے اجتہادات کیے۔ یہ واقعات اس بات پر دلیل ہیں کہ حیاتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں اجتہاد جائز تھا۔ مثلاً نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں حضرت ابوبکرؓ نے کافر مقتول کے سامان کے مسئلہ پر اجتہادی رائے دی (۱۹)۔ حضرت سعد بن معاذؓ نے محصورین بنوقریظہ کا فیصلہ کیا(۲۰)۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بعید صحابی کے اجتہاد کی ایک مثال وہ واقعہ ہے جب حضرت عمارؓ کو دورانِ سفر غسل کی حاجت ہو گئی تھی۔ انہوں نے مٹی میں لوٹ کر نماز پڑھ لی(۲۱)۔ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ (م ۸۵۲ھ) فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں اجتہادِ صحابہؓ کا پتہ چلتا ہے(۲۲)۔

مخالفین کے اعتراضات کے جوابات

قائلین نے مخالفین کے اعتراضات کے جوابات دیئے ہیں:

۱۔ یہ اعتراض کہ قطعی علم کی طرف رجوع کا امکان ہوتے ہوئے غالب گمان کے ساتھ اجتہاد جائز نہیں، اس کا جواب یہ ہے کہ قطعی علم کی طرف رجوع کا امکان غالب گمان کے ساتھ اجتہاد سے

منع نہیں کرتا۔ جیسے خبر واحد پر عمل جائز ہے اگرچہ خبرِ جماعت کی طرف رجوع ممکن ہو۔ یہ اسی طرح جائز ہے جیسے کوئی شخص اس چیز کی بنیاد پر فیصلہ کرے جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اس کے پاس پہلے ہی سے پہنچ گئی ہو، اگرچہ اس کے لیے ممکن ہو کہ وہ قولِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف رجوع اور اس قول کی صحت پر یقین کرے۔ لہٰذا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں اجتہاد ایسا ہے جیسے صحابی علم کی بنیاد پر حکم دے رہا ہے کیونکہ غلطی کی صورت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم اسے اجتہاد سے روک دیں گے۔ پس لازم ہے کہ نبی کی موجودگی میں اجتہاد جائز ہو(۲۳)۔

۲۔ یہ بات کہ صحابہ کرامؓ مختلف وقائع کا حکم معلوم کرنے کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف رجوع فرماتے تھے، ممکن ہے ایسا ان واقعات میں ہو جہاں صحابہؓ کو اجتہاد کی کوئی وجہ معلوم نہ ہو۔ اگر وجہ معلوم ہو جائے تو پھر مقصود تک پہنچنے کے لیے دو صورتوں میں سے ایک پر انسان قادر ہو جاتا ہے۔ اس کے لیے جائز ہے کہ وہ ایک کو چھوڑ کر دوسرا طریقہ اختیار کرے۔ یہ واضح بات ہے کہ اجتہاد ایک طریقہ ہے جسے اختیار کر کے حکم تک پہنچا جاتا ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف رجوع کرنا بھی ایک طریقہ ہے(۲۴)۔

۳۔ یہ اعتراض کہ حیاتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں جوازِ اجتہاد پر روایات کا تعلق اخبارِ آحاد سے ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ اگرچہ وہ اخبارِ آحاد ہیں لیکن اُمت انہیں قبول کرتی آئی ہے۔ اب یہ کہنا درست ہے کہ یہ روایات بالاتفاق قطعیت کا فائدہ دیتی ہیں(۲۵) اور فقہاء کی طرف سے اخبارِ آحاد کو قبول کرنے اور ان پر عمل ہونے کی وجہ سے یہ حدِتواتر کو پہنچ گئی ہیں(۲۶)۔

۴۔ یہ درست نہیں کہ ان اخبارِ آحاد سے عموم ثابت نہیں ہوتا۔ یہ عموم کا فائدہ دیتی ہیں۔ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے آپ کی موجودگی میں اجتہاد کا جواز ثابت ہے تو اس سے بوقت ضرورت دوسروں کے اجتہاد کا جواز بھی ثابت ہوتا ہے۔

حیاتِ نبویؐ میں اجتہادِ صحابہؓ کے جواز اور عدم جواز پر فریقین کے دلائل کی روشنی میں قائلین کا موقف راجح نظر آتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دنیوی زندگی کے مطالعہ سے یہ بات علم میں آتی ہے کہ اس دوران صحابہ کرامؓ کو متعدد مرتبہ ایسی صورت حال پیش آئی جب انہوں نے اجتہاد کا طریقہ اختیار کیا۔ یہ تاریخی شواہد حیاتِ نبویؐ میں اجتہاداتِ صحابہؓ کے واضح دلائل ہیں۔

صحابہ کرامؓ کو اجتہاد کی تربیت

اہم بات یہ ہے کہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرامؓ میں اجتہادی جوہر پیدا کرنے پر خصوصی توجہ فرمائی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرامؓ کو اجتہاد کی تربیت دی اور قیاس

سے کام لینا سکھایا۔ ان میں یہ صلاحیت پیدا کی کہ وہ قرآن و سنّت کی روشنی میں غیر منصوص احکام کو منصوص احکام پر قیاس کرکے انسانی مسائل کا حل تلاش کریں۔ مثلاً حضرت ابن مسعودؓ کی روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اذاشك احد كم فى صلٰوته فليتحرّ الصواب فليتم عليه(۲۷)

جب تم میں سے کسی کو نماز میں شک ہو تو ذہن پر زور ڈال کر سوچے کہ ٹھیک کیا ہے، پھر اس پر اپنی نماز پوری کرے۔

اس حدیث کی رو سے ہر صحابی خواہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہے یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے دور، وہ اس صورتِ حال میں اپنے غالب گمان اور اجتہاد سے حکم شرعی معلوم کرے گا۔ یہ حدیث اس بات پردلالت کرتی ہے کہ صحابہ کرامؓ کو اجتہاد کی نبویؐ اجازت تھی۔

حضرت عمرؓ نے ایک مرتبہ روزہ کی حالت میں اپنی بیوی کا بوسہ لے لیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوکر واقعہ عرض کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

أرأيت لو تمضمضت ماء وأنت صائم۔

تمہارا کیا خیال ہے اگرتم روزے کی حالت میں کلی کرو۔

حضرت عمرؓ نے کہا: اس میں کوئی حرج نہیں۔ آپ نے فرمایا: تو پھر خاموش رہو(۲۸)۔

رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بوسہ کو قیاس کر کے اس کی نظیر کی طرف لوٹا دیا اور اس لوٹانے کی وجہ بیان فرما دی۔ اس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرؓ کو یہ تعلیم دی کہ وہ یوں اجتہاد کرکے اپنے مسئلہ کا شرعی حکم معلوم کر سکتے تھے۔

حضرت ابوذر غفاریؓ سے روایت ہے کہ کچھ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور عرض کیا: یا رسول اللہ! مال و دولت والے سب اجر لے گئے۔ وہ نماز پڑھتے ہیں جس طرح ہم پڑھتے ہیں، وہ روزہ رکھتے ہیں جیسے ہم رکھتے ہیں لیکن وہ اپنے زائد اموال میں سے صدقہ دیتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

و ليس قد جعل اللّٰه لكم ما تصدّ قون به إنّ بكل تسبيحة صدقةً و كل تكبيرة صد قةً و كل تحميدة صد قةً و امر بالمعروف صدقَةً و نهى عن منكر صد قةً و فى بُضعِ احدِ كم صدقةً۔

تمہارے لیے بھی اللہ نے صدقہ کا سامان کر دیا ہے کہ ہر تسبیح صدقہ ہے، ہر تکبیر صدقہ ہے، ہر تحمید صدقہ ہے، اچھی بات کا حکم صدقہ ہے، بُری بات

سے روکنا صدقہ ہے اور ہر شخص کے جزوِ بدن میں صدقہ ہے۔

لوگوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! اگرہم میں سے کوئی شخص اپنی بیوی سے اپنی شہوت پوری کرتا ہے تو کیا اس میں بھی ثواب ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

أرأیتم لو وضعها فی حرام أکان علیه فیها وزر فکذ لك اذا وضعها فی الحلال کان له اجرا (۲۹)

تمہارا کیا خیال ہے اگر کوئی شخص اپنی شہوت کو حرام میں صرف کرے تو اس پر اسے وبال ہو گا۔ اسی طرح جب وہ اسے حلال میں صرف کرتا ہے تو اس کے لیے اجر ہے۔

یہاں بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہؓ کو اجتہاد کی تربیت دیتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ممنوع چیز کو اس کے مقابلے کی حلال چیز پر قیاس کرکے انہیں بتایا کہ کسی چیز کا حکم اس کی نظیر کے لیے بھی ہوتا ہے۔

حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص آیا اور عرض کیا: یا رسول اللہ! میری بیوی نے سیاہ رنگ کا بچہ جنا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: تیرے پاس کوئی اونٹ ہے؟ اس نے کہا :ہاں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: کس رنگ کے ہیں؟ اس نے کہا: سرخ۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: اُن میں کوئی کالے رنگ کا بھی ہے؟ اس نے کہا: ہاں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: یہ کہاں سے ہوا؟ اس نے کہا: میں سمجھتا ہوں کہ اس کی اصل (کسی رگ) نے ایسا بے رنگ نکالا ہو گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: فلعل ابنك هذا نزعه عـــرق (۳۰) تیرے اس بچہ کو بھی شائد اس (رگ) ہی نے نکالا ہو۔ یوں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس صحابی کو سکھایا کہ وہ اپنے بچے کے اختلافِ رنگ کو اونٹ کے بچے کے اختلافِ رنگ پر قیاس کرے اور اس کے رنگ کا حکم اپنے بچے کے رنگ پر لگائے۔

حضرت ابن عباسؓ راوی ہیں کہ ایک عورت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ اس کی ماں نے حج کی منت مانی تھی لیکن وہ حج نہ کر سکی۔ کیا وہ اپنی ماں کی طرف سے حج کرے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے فرمایا:

حُجّی عنها أرأیت لو کان علی امك دین أکنت قاضیةً؟ اقضوا اللّٰه فاللّٰه احق بالوفاء(۳۱)

اس کی طرف سے حج کرو۔ اگر تمہاری ماں پر قرض ہوتا تو کیا تم اسے ادا نہ

کرتی؟ اللہ (کا حق) ادا کرو۔ اللہ کا حق سب سے زیادہ لائق ہے کہ اسے پورا کیا جائے۔

حضرت ابن عباسؓ سے مروی ایک اور روایت میں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص آیا اور عرض کیا کہ اس کی ماں مرگئی ہے اور اس پر ایک ماہ کے روزے تھے۔ کیا وہ اس کی قضا رکھے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کو فرمایا:

لو كان على امك دين أكنت قاضيه عنها؟

اگر تمہاری ماں پر قرض ہوتا تو کیا اسے تم ادا کرتے؟

اس شخص نے کہا: ہاں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: فدين الله أحق ان يُقضى (۳۲)۔ اللہ کا قرض زیادہ حق دار ہے کہ اسے ادا کیا جائے۔

ایک واقعہ اس عورت کا ہے جس کی ماں مرگئی تھی اور اس پر نذر کے پے در پے روزے تھے (۳۳)۔ اس شخص کا ایک واقعہ مروی ہے جس کی بہن حج کی منت مان کر بغیر حج کیے فوت ہوگئی تھی (۳۴)۔ ایسا ہی ایک واقعہ اس شخص کا ہے جس کا بوڑھا والد حج کیے بغیر فوت ہوگیا تھا (۳۵)۔ ان واقعات میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرامؓ کو حج کی نذر اور روزوں کے کفارہ کو قرض کی ادائیگی پر قیاس کرنا سکھایا۔

یہ واقعات منصب نبوت کا یہ پہلو بھی سامنے لاتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہؓ کو اجتہاد کی تربیت دی تاکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عدم موجودگی میں، آپ سے بعید اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی کار نبوت یعنی انسانی مسائل کا شرعی حکم معلوم کرنا بغیر کسی رکاوٹ، توقف اور التوا کے جاری رہے۔

صحابہؓ کو اظہارِ رائے کے مواقع

صحابہ کرامؓ کو تربیتِ اجتہاد کا ایک نبویؐ طریقہ یہ بھی تھا کہ بعض اوقات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اُن کی رائے طلب بھی فرماتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے غیر منصوص امور میں صحابہ کرامؓ کو شریک مشورہ کیا۔

اللہ تعالیٰ نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرمایا تھا: ﴿وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ﴾ (آل عمران: [illegible]) یعنی اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! آپ اپنے کاموں میں ان سے مشورہ لیا کریں۔ مشورہ طلب کرنے پر صحابہ کرامؓ نے اپنے فہم و فراست سے آزادانہ رائے دی۔ مثلاً ابتدائے اذان کے واقعہ میں صحابہ کرامؓ نے اپنی اپنی آراء پیش کیں حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم موجود تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے لیے بلانے کے کسی طریقہ کا حکم خود بھی دے سکتے تھے لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرامؓ کو شریک مشورہ کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی آراء میں سے ایک رائے کو صائب قرار دیتے ہوئے اسے نافذ کر دیا۔

حضرت ابن عمرؓ روایت کرتے ہیں کہ جب مسلمان مدینہ آئے تو وہ وقت کا اندازہ کر کے نماز پڑھنے کے لیے جمع ہو جاتے تھے۔ اس وقت تک ادائیگی نماز کے لیے کوئی اعلان نہیں ہوتا تھا۔ ایک روز صحابہ کرامؓ نے اس مسئلہ میں گفتگو کی اور اپنی اپنی آراء دیں۔ بعض نے کہا کہ اعلانِ نماز کے لیے عیسائیوں کے ناقوس کے مانند ایک ناقوس بنا لیا جائے اور بعض کی رائے تھی کہ یہود کے سینگ کی طرح ایک سینگ بنا لیں۔ حضرت عمرؓ نے یہ رائے پیش کی کہ کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ ایک آدمی مقرر کر دیا جائے جو الصلوۃ پکارا کرے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرؓ کی رائے پسند فرمائی اور حضرت بلالؓ کو حکم دیا کہ نماز کا اعلان کرو(۳۶)۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسیرانِ غزوۂ بدر(۲ھ) سے متعلق صحابہ کرامؓ سے مشورہ کیا۔ انہوں نے اس مسئلہ میں اپنی اپنی تجاویز دیں۔ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا: یہ ہماری برادری اور کنبہ کے لوگ ہیں۔ انہیں کچھ مال لے کر چھوڑ دیا جائے جس سے مسلمانوں کو کافروں سے مقابلہ کی طاقت حاصل ہو اور شائد یہ لوگ اسلام کی طرف راغب ہوں۔ حضرت عمرؓ نے رائے دی کہ یہ قیدی ہمارے حوالے کر دیں اور ہم میں سے ہر شخص اپنا اپنا رشتہ دار قتل کرے۔ حضرت عبداللہ بن رواحہؓ کی یہ رائے تھی کہ انہیں آگ میں سلگنے کے لیے پھینک دیا جائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکرؓ کی تجویز کو پسند فرمایا(۳۷)۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ بدر میں مقامِ پڑاؤ سے متعلق صحابہ کرامؓ سے مشاورت کی۔ حضرت حُباب بن المنذرؓ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ہمیں مطلع فرمایئے، کیا یہ مقام ایسا ہے جس کے بارے میں وحی نازل ہوئی ہے اور ہمیں یہ اختیار نہیں کہ ہم آگے بڑھیں یا پیچھے ہٹیں، یا یہ ایک رائے اور ایک جنگی تدبیر ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

بل هو الرأی و الحرب و المکیدة۔

بلکہ یہ ایک رائے اور جنگی تدبیر ہے۔

حضرت حبابؓ نے عرض کیا: پھر یہ مقام اچھی جگہ نہیں ہے۔ آپ آگے چلیں اور چشمے کے قریب پڑاؤ ڈالیں، وہاں حوض بنا کر پانی جمع کر لیں اور دیگر تمام چشموں کو ناکارہ کر دیں تاکہ دشمنوں کو پانی نہ ملے ۔نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حبابؓ کی یہ جنگی تدبیر اختیار فرمائی(۳۸)۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ احزاب(۵ھ) کے موقع پر مشرکین کے دو سرداروں عیینہ بن حصن اور حارث بن عوف کو نیک پیغام کے ساتھ مدینہ کے پھل بھیجنے کا ارادہ فرمایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اوس کے سردار حضرت سعد بن معاذؓ اور خزرج کے سردار حضرت سعد بن عُبادةؓ کو مشورہ کے لیے طلب فرمایا۔ دونوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے استفسار کیا کہ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس چیز کا حکم دیا گیا ہے تو آپ اللہ کا حکم پورا فرمائیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لو كنت أمرت بشئ لم أستأمركما و لكن هذا رأى، أعرضه عليكما.

اگر مجھے کسی چیز کا حکم دیا گیا ہوتا میں تم دونوں سے مشورہ کیوں لیتا؟ بلکہ یہ ایک رائے ہے جسے میں نے تم دونوں کے سامنے رکھا ہے۔

حضرت سعد بن معاذؓ نے عرض کیا: ہمیں یقین ہے کہ آپ جن لوگوں کو یہ تازہ پھل بھیجنا چاہتے ہیں وہ انہیں چکھیں گے بھی نہیں۔ وہ پھل فروخت کر دیں گے یا کسی کو دے دیں گے۔ لہٰذا ہم انہیں اپنی کھانے کی چیزیں کیوں دیں۔ ہم ایسا ہرگز نہیں چاہتے۔ ہم تو انہیں صرف اپنی تلواروں کا مزا چکھانا چاہتے ہیں۔ رسول اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: فنعم إذاً۔ جیسا مناسب سمجھو کرو(۳۹)۔

نبی ﷺ کی موجودگی میں صحابہؓ کو اجتہاد کا حکم

بعض اوقات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی موجودگی میں صحابہ کرامؓ کو کسی قضیہ کا فیصلہ کرنے کا حکم دیا۔ اس پر صحابہ کرامؓ نے اجتہاد سے کام لیتے ہوئے وہ قضایا نمٹائے،مثلاً: حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس دو آدمی جھگڑتے ہوئے آئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمروؓ سے فرمایا: اقض بينهما ان دونوں کے درمیان فیصلہ کرو۔ انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ کی یہاں موجودگی کے باوجود؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں(۴۰)۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعد بن معاذؓ کو قضیہ بنو قریظہ کا فیصلہ کرنے کا حکم دیا(۴۱)۔ حضرت معقل بن یسارؓ کو اپنی قوم میں فیصلہ کرنے کا حکم ملا(۴۲)۔

ایک مرتبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کچھ لوگوں نے ایک جھونپڑی میں جھگڑا کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حذیفہ بن الیمانؓ کو ان کے درمیان فیصلہ کرنے کے لیے بھیجا(۴۳)۔

حضرت عقبہ بن عامرؓ سے روایت ہے کہ دو آدمی جھگڑتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا: قم يا عقبة اقض بينهما۔ اے عقبہ! اٹھو

اور ان دونوں کے درمیان فیصلہ کرو۔ حضرت عقبہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کی: یا رسول اللہ! آپ فیصلہ کرنے میں مجھ سے زیادہ لائق ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

وان کان اقض بینهما فان اجتهدت فاصبت فلك عشرة اجور وان اجتهدت فأخطأت فلك اجر واحد(۴۴)۔

اگرچہ ایسا ہی ہے مگر تم ان دونوں کے درمیان فیصلہ کرو۔ اگر تم نے اجتہاد کیا اور تم اپنے اجتہاد میں درست رہے تو تمہارے لیے دس اجر ہیں اور اگر تم نے اجتہاد کیا اور اس میں غلطی ہو گئی تو پھر بھی تمہارے لیے ایک اجر ضرور ہے۔

حضرت عقبہ بن عامرؓ سے مروی ایک اور روایت میں ہے، حضرت عقبہؓ نے فرمایا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس دو فریق جھگڑ رہے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اقض بینهما۔ ان دونوں کے درمیان فیصلہ کرو۔ میں نے عرض کی: میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں، آپ اس کے زیادہ حق دار ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اقض بینهما ان دونوں کے درمیان فیصلہ کرو۔ میں نے عرض کی: کس چیز پر؟ آپ نے فرمایا:

اجتهد، فإن اصبت فلك عشر حسنات و إذا اخطأت فلك حسنة(۴۵).

اجتہاد کرو اگر تمہارا اجتہاد درست ہوا تو تمہارے لیے دس نیکیاں ہیں اور اگر تم سے غلطی ہوئی تو تمہارے لیے ایک نیکی ہے۔

مندرجہ بالا واقعات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ میں صحابہ کرامؓ اجتہاد پر عمل کرتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرامؓ کو اجتہاد کا نہ صرف حکم دیا بلکہ اس کی ترغیب کے لیے انہیں اس پر اجر و ثواب کی نوید بھی سنائی۔

حیاتِ نبویؐ میں ایسی واقعاتی شہادت بھی ملتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی صحابی کو ایک حکم کی تنفیذ کے لیے بھیجا۔ لیکن اس تنفیذ میں ایسی صورت حال پیش آ گئی کہ صحابی کو اجتہاد سے کام لینا پڑا۔

مثلاً حضرت انسؓ کی روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ام ولد لونڈی کے بارے میں لوگ ایک شخص پر تہمت لگاتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کو اس شخص کے قتل کے لیے بھیجا۔ حضرت علیؓ نے اسے پانی میں نہاتے ہوئے پایا۔ آپ نے اسے کھینچ کر باہر نکالا تو دیکھا کہ اس کا آلہ تناسل کٹا ہوا تھا۔ آپ نے اسے قتل نہ کیا اور واپس آ کر رسول صلی اللہ علیہ وسلم

سے عرض کیا کہ وہ شخص تو مجبوب ہے، اس کا آلۂ تناسل نہیں ہے(۴۶)۔ اس واقعہ میں حضرت علیؓ نے موقع ہی پر اجتہاد کیا۔ آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کو ایک علّت سے معلول سمجھا۔ حضرت علیؓ نے جب حکمِ نبویؐ میں وہ علّت نہ پائی تو اس حکم کا ظاہر ترک کرکے علّتِ خفی پر عمل کیا اور اس شخص کو قتل کیے بغیر واپس آ گئے۔

نبی اکرم ﷺ سے بعید صحابہؓ کے اجتہادات

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ کو مختلف ذمہ داریاں تفویض کرکے دور علاقوں کی طرف بھیجا۔ حیاتِ نبویؐ میں صحابہ کرامؓ کبھی حاکم، قاضی، والی، عامل، معلّم اور کبھی کسی لشکر کے امیرمبعوث ہو کر دور دراز کے علاقوں کی طرف جاتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رسول بن کر ساری دنیا کو تبلیغ و تعلیم، قرآن و سنّت کی تشریح و تعبیر اور انسانی مسائل کے شرعی احکام جیسے اہم امور کی ذمہ داری صحابہ کرامؓ ہی ادا کرتے تھے۔ انہوں نے غیر منصوص مسائل میں بوقت ضرورت اجتہادات کیے اور ان مسائل کا شرعی حکم دریافت کرکے لوگوں کی زندگیاں آسان بنائیں۔

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کو یمن کی طرف مبعوث کرتے ہوئے فرمایا: علمهم الشرائع و اقض بينهم. انہیں شریعتوں کی تعلیم دینا اور ان کے درمیان فیصلے کرنا۔ حضرت علیؓ نے عرض کیا: مجھے فیصلہ کرنے کے بارے میں کوئی علم نہیں ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا سینہ تھپکا اور ان کے لیے دعا فرمائی: اللهم اهده القضاء۔ اے اللہ! اسے قضاء کی طرف رہنمائی فرما(۴۷)۔

حضرت معاذ بن جبلؓ کے بعض اصحاب سے مروی ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذؓ کو یمن کی طرف مبعوث کرنے کا ارادہ فرمایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذؓ سے پوچھا: كيف تقضى اذا عرض لك قضاء؟ جب تمہارے سامنے مقدمہ پیش ہو تو کیسے فیصلہ کرو گے؟ حضرت معاذؓ نے عرض کیا: میں کتاب اللہ کے مطابق فیصلہ کروں گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: فإن لم تجد فى كتاب الله؟ اگر کتاب اللہ میں نہ پاؤ؟ حضرت معاذؓ نے عرض کیا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنّت کے مطابق فیصلہ کروں گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: فإن لم تجد فى سنّة رسول الله صلى الله عليه وسلم و لا فى كتاب الله؟ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت میں نہ پاؤ اور نہ ہی کتاب اللہ میں پاؤ؟ حضرت معاذؓ نے عرض کیا: اجتهد رأيى و لا آلو. میں اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا اور اس میں کوئی کوتاہی نہیں کروں گا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے سینے پر تھپکی دی اور فرمایا:

الحمد لله الذی وفّق رسولَ رسولِ الله لما یُرضی رسول الله (۴۸)۔

سب تعریف اللہ کے لیے ہے جس نے رسول اللہ کے قاصد کو اس چیز کی توفیق دی جس سے اللہ کے رسول راضی ہیں۔

اس واقعہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابی حضرت معاذؓ کے اس موقف کی تائید فرمائی کہ وہ غیر منصوص امور میں اجتہاد کریں گے۔

امام ابوبکر جصاصؒ نے ایک روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ بن جبلؓ اور حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کو یمن کی طرف مبعوث فرمایا تو دونوں سے پوچھا: تم لوگوں کے درمیان فیصلہ کیسے کرو گے؟ انہوں نے عرض کیا: کتاب اللہ کے مطابق۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر تمہارے پاس ایسا معاملہ آ جائے جو کتاب اللہ میں نہ ہو؟ دونوں نے عرض کیا: پھر ہم سنّت کے مطابق فیصلہ کریں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر تمہارے پاس ایسا معاملہ آ جائے جو سنّت میں نہ ہو؟ وہ دونوں بولے: **نقیس الأمر بالأمر فأیهما کان اقرب إلی الحق حملناه علیه**۔ ہم ایک امر کو دوسرے امر پر قیاس کریں گے۔ ان دونوں میں سے جو حق سے زیادہ قریب ہو گا اس پر فیصلہ کریں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اصبتما(۴۹)۔ تم دونوں نے درست کہا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وفدِ نجران کے ہمراہ نجران بھیجتے ہوئے حضرت ابو عبیدہ بن جراحؓ کو یہ ہدایت فرمائی:

أخرج معهم فاقض بینهم بالحق فیما اختلفوا فیه(۵۰)۔

ان لوگوں کے ساتھ جاؤ اور اختلافی امور میں ان کے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ کرو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حضرت علیؓ کو یمن کی طرف مبعوث کیا تھا تو وہاں ایک واقعہ ہوا۔ لوگوں نے شیر کے شکار کے لیے گڑھا بنایا تھا۔ لوگ ایک دوسرے کو دھکیل رہے تھے۔ ایک آدمی گڑھے میں گر پڑا تو وہ دوسرے سے چمٹ گیا، دوسرا تیسرے سے چمٹ گیا، یہاں تک کہ گڑھے میں چار آدمی گر پڑے جس میں موجود شیر نے ان کو زخمی کر دیا۔ ایک آدمی نے برچھے سے شیر کو مار دیا۔ چاروں زخمی آدمی اپنے زخموں کی تاب نہ لا کر مر گئے۔ ان کے ورثاء آپس میں جھگڑنے لگے اور ہتھیار نکال لیے۔ حضرت علیؓ نے ان کے درمیان فیصلہ کیا کہ جن لوگوں نے کنواں کھودا تھا ان کے قبائل سے دیت کا چوتھائی، تہائی، نصف حصہ اور پوری دیت اکھٹی کرو۔ پہلے آدمی کو چوتھائی دیت ملے گی، دوسرے کو تہائی، تیسرے کو نصف اور چوتھے آدمی کو پوری دیت ملے گی(۵۱)۔

حضرت زید بن ارقمؓ سے مروی ہے کہ حضرت علیؓ نے یمن میں تین آدمیوں کے درمیان

فیصلہ کیا جنہوں نے ایک عورت سے ایک طہر میں جماع کیا تھا۔ اس عورت نے ایک بچے کو جنم دیا۔ تینوں آدمی اس بچے کا باپ ہونے کے دعوی دار تھے۔ حضرت علیؓ نے ان کے درمیان قرعہ اندازی کی۔ جس کے نام قرعہ نکلا آپ نے اسے دو تہائی دیت کا ذمہ دار بنا دیا اور بچہ اس کے سپرد کر دیا(۵۲)۔

مندرجہ بالا دونوں واقعات میں حضرت علیؓ یمن میں تھے۔ انہوں نے ان مقدمات کو عدالتِ نبویؐ میں نہیں بھیجا اور نہ ہی مدینہ سے نبویؐ حکم آ جانے تک ان مقدمات کافیصلہ زیر التوا رکھا۔ حضرت علیؓ یہ جانتے تھے کہ ان حالات میں اجتہاد سے کام لیتے ہوئے فیصلہ کرنے کا اختیار حاصل ہے۔ لہٰذا حضرت علیؓ نے از خود یہ مقدمات نمٹا دیے۔

حضرت معاذ بن جبلؓ اور حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ بھی یمن کی طرف حاکم مبعوث کیے گئے(۵۳)۔ اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عتّاب بن اَسید کو مکہ کا حاکم مقرر کیا تھا(۵۴)۔ ایک حاکم کو بھی امورسلطنت نمٹانے میں متعدد ایسے مسائل کا سامنا کرنا پڑتا ہے جن کا شرعی حکم معلوم کرنے کے لیے وہ اجتہاد سے کام لیتا ہے۔

حیاتِ نبویؐ میں صحابہ کرامؓ امیر لشکر بنا کر بھی روانہ کیے جاتے تھے۔ وہ سپاہ کی عسکری قیادت کے ساتھ ساتھ بوقتِ ضرورت فقیہ اور مجتہد کے فرائض بھی انجام دیتے تھے۔ مثلاً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرو بن العاصؓ کو غزوۂ ذات السلاسل(۵۵) میں امیرِ لشکر بنا کر بھیجا(۵۶)۔ ایک رات ان پر غسل فرض ہو گیا۔ وہ ڈرے کہ اگر غسل کیا تو مر جائیں گے۔ انہوں نے تیمّم کیا اور ساتھیوں کو نمازِ فجر پڑھا دی(۵۷)۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوعبیدہ بن جراحؓ کو ایک لشکر کا سالار بنا کر بھیجا۔ لشکر کے پاس خوراک ختم ہو گئی۔ قلتِ خوراک کی وجہ سے ایک سپاہی کو ایک کھجور ملنے لگی۔ آخر وہ بھی ختم ہو گئی۔ ساحل سمندر پہنچنے پر لشکر نے ایک بہت بڑی مچھلی پڑی دیکھی۔ حضرت ابو عبیدہؓ نے اس مردار مچھلی کو کھانے کا حکم دیا اور فرمایا: ہم راہِ خدا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قاصد ہیں اور تم مجبور ہو گئے ہو، پس کھاؤ۔ پورے لشکر نے اس مچھلی کا گوشت کھایا(۵۸)۔

حضرت ابوسعید الخدریؓ روایت کرتے ہیں کہ صحابہؓ کی ایک جماعت دورانِ سفر ایک قبیلہ کے پاس ٹھہری۔ قبیلہ کے سردار کو بچھو نے کاٹ لیا تھا۔ ایک صحابی نے سورت الفاتحہ پڑھ کر اس پر پھونکی جس سے سردار ٹھیک ہو گیا۔ صحابی نے اس علاج کے معاوضہ میں بکریاں طلب کیں تھیں(۵۹)۔

حضرت ابوقتادۃؓ نے دورانِ سفر شکار کیا اور ایک شخص کو حالتِ احرام میں اپنے شکار سے

کھانے کا فتویٰ دیا تھا(٦٠)۔

حضرت ابوسعید خدریؓ سے مروی ہے کہ دو آدمیوں نے تیمّم سے نماز ادا کی۔ پھر نماز کے وقت میں پانی مل گیا۔ ایک نے وضو کر کے دوبارہ نماز پڑھ لی۔ دوسرے نے نماز نہ پڑھی۔ دونوں نے اپنے اپنے اجتہاد کے مطابق عمل کیا(٦١)۔

حضرت ابوذر غفاریؓ کی روایت ہے کہ وہ بکریاں چرانے کے لیے جنگل میں تھے۔ انہیں غسل کی حاجت ہوئی۔ پانی نہ ہونے کی وجہ سے وہ پانچ چھ دن تک بغیر غسل کیے نماز پڑھتے رہے(٦٢)۔

حضرت ابن عمرؓ کی روایت ہے کہ غزوۂ احزاب سے واپسی پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ کو فرمایا: لا يُصَلِّيَنَ احدَ العصر إلا في بني قريظة ۔کوئی شخص عصر کی نماز نہ پڑھے مگر بنوقریظہ پہنچ کر۔ راستہ میں نمازِ عصر کا وقت ہو گیا۔ کچھ صحابہؓ نے نماز پڑھ لی کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ مقصد نہیں تھا کہ نماز قضا کریں۔ بعض نے یہ کہا کہ وہ بنو قریظہ ہی پہنچ کر نماز پڑھیں گے(٦٣)۔

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمار بن یاسرؓ کو کہیں بھیجا۔ ان پر غسل فرض ہو گیا۔ پانی نہ ملا تو وہ خاک میں لوٹ پوٹ ہوگئے(٦٤)۔ اس واقعہ میں حضرت عمار بن یاسرؓ نے یہ قیاس کیا کہ پانی سے غسل کے دوران سارا بدن دھویا جاتا ہے اور مٹی طہارت میں پانی کے قائم مقام ہے، اس لیے سارے جسم پر مٹی لگنی چاہیے۔ انہوں نے قیاس سے اجتہاد اس لیے کیا تھا کہ انہیں تیمّم کا قرآنی حکم [المائدة ٦:٥] معلوم نہیں تھا۔

مندرجہ بالا واقعات اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ حیاتِ نبویؐ میں اجتہاد ایک ایسا اہم عمل تھا جو اس دور میں بوقت ضرورت مسلسل جاری رہا۔ اس کام کی انجام دہی کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس یا آپ سے دور ہونا شرط نہیں تھا۔

ذاتی مسائل میں پیغمبر ﷺ کی طرف رجوع

ایسے واقعات بھی ملتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دور ہونے کے باوجود صحابہ کرامؓ نے کسی فوری نوعیت کے مسئلہ کا شرعی حکم معلوم کرنے کے لیے اجتہاد سے گریز کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہو کر ان سے شرعی حکم معلوم کرنے تک معاملہ التوا میں رکھا۔ ایسے مسائل کا تعلق صحابی کی ذات سے ہوتا تھا، ان سے اجتماعی مفادات وابستہ نہیں ہوتے تھے۔

مثلاً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت مُرثد الغنویؓ کو یہ فریضہ سونپ کر مکہ بھیجا کہ

ضعیف اور کمزور مسلمانوں کو وہاں سے نکال لائیں۔ مکہ میں ایک خوبصورت اور مالدار مشرکہ عورت نے خود کو حضرت مرثدؓ کے سامنے پیش کیا۔ آپ نے اس کی بات نہ مانی۔ پھر اس عورت نے نکاح کی پیشکش کی۔ حضرت مرثدؓ نے یہ بات مان لی مگر نکاح کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت سے مشروط کیا۔ انہوں نے مدینہ واپس آ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سارا واقعہ بیان کیا اور نکاح کی اجازت طلب کی۔(٦٥) اس پر یہ حکم نازل ہوا:

وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكٰتِ حَتّٰى يُؤْمِنَّ وَلَاَمَةٌ مُّؤْمِنَةٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكَةٍ وَّلَو اَعْجَبَتْكُمْ [البقرة ٢:٢٢١]

اور (مومنو!) مشرکہ عورتوں سے جب تک ایمان نہ لائیں نکاح نہ کرنا، کیونکہ مشرکہ عورت خواہ تم کو کیسی ہی بھلی لگے اس سے مومن لونڈی بہتر ہے۔

حضرت کعب بن مالکؓ نے ایسی بکری جسے قریب المرگ ہونے پر پتھر سے ذبح کیا گیا تھا، کا گوشت کھانے سے اپنے گھر والوں کو منع کر دیا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاکر استفسار کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ گوشت کھانے کی اجازت دی(٦٦)۔

حضرت حکیم بن حزامؓ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے ایک مرتبہ صدقے کا اناج خریدا اور قبضہ میں لینے سے قبل ہی اسے فروخت کرکے نفع کما لیا۔ پھر وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور قصہ بیان کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا:

لا تبعه حتى تقبضه.(٦٧)

اپنے قبضہ میں لینے سے قبل اسے فروخت مت کرو۔

البتہ جو مسائل اجتماعی اور فوری نوعیت کے ہوتے اور ان کے شرعی حکم کی دریافت واقعی ضرورت ہوتی تو ایسے مسائل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات تک زیر التوا نہیں رکھتے تھے۔ جو صحابہ کرامؓ کسی علاقہ کے حکمران، قاضی یا سپہ سالار بن کر گئے، انہوں نے بوقت ضرورت غیر منصوص مسائل میں اجتہاد سے کام لیا۔ اجتہاد کے نتیجہ میں جو شرعی حکم سامنے آیا اس پر بلاتاخیر عمل کیا۔

حیاتِ نبویؐ میں صحابہ کرامؓ کے ان اجتہادات کے باوجود اختیارِ تشریع مستقل طور پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھا۔ آپ ہی ریاستِ مدینہ کے سب سے بڑے حاکم، قاضی اور مفتی تھے۔ پیغمبر علیہ السلام کے ہوتے ہوئے کسی صحابی کو اصولی طور پر حقِ تشریع حاصل نہیں تھا۔ اس دور میں مختلف علاقوں میں مبعوث حاکموں اور قاضیوں کے اجتہادات نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے تفویض کردہ حقِ تشریع کے تحت تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے دور ہونے کی وجہ سے ان

علاقوں میں پیش آنے والے مسائل کا بہترین حل یہی تھا کہ وہاں کے حاکموں اور قاضیوں کو حق تشریع تفویض کر دیا جائے۔ جن واقعات میں صحابہ کرامؓ نے کسی سفر اور مہم کے دوران اجتہادات کیے، وہ مخصوص حالات تھے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دوری اور مسائل کی فوری نوعیت اس بات کا تقاضا کرتی تھی کہ ایسے مواقع پر صحابہ کرامؓ اجتہاد کرکے درپیش مسائل کا فوری حل تلاش کریں۔

اجتہاداتِ صحابہؓ عدالتِ نبویؐ میں

حیاتِ نبویؐ میں تمام اجتہاداتِ صحابہؓ عدالتِ نبویؐ کی توثیق و تصدیق سے مشروط تھے۔ اگر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کسی صحابی کا اجتہاد مسترد فرما دیتے تو اس اجتہاد کی کوئی شرعی و قانونی حیثیت نہیں ہوتی تھی۔ صحابہؓ کے قضایا، فتاویٰ اور آراء پر عدالتِ نبویؐ کا جو ردعمل ہوتا تھا اسے چار اقسام میں تقسیم کیا جا سکتا ہے: تصویب، سکوت، اصلاح اور عدم تصویب۔

تصویب: صحابہ کرامؓ کے اجتہادی قضایا، فتاوی اور آراء کو عدالتِ نبویؐ سے سندِ توثیق بھی عطا ہوئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی تصویب فرمائی اور قائم رکھا۔ ایسے چند اجتہادات بطور مثال درج ذیل ہیں:

حضرت علیؓ نے یمن میں شیر کے شکار کے لیے گڑھے میں شیر سے زخم کھا کر ہلاک ہونے والے چار افراد کے واقعہ میں جو فیصلہ فرمایا تھا لوگوں نے اس فیصلے سے انکار کیا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر سارا واقعہ بیان کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کے فیصلہ کی توثیق فرماتے ہوئے اسے نافذ کیا تھا(۶۸)۔

حضرت سعد بن معاذؓ نے یہودِ بنو قریظہ کی رضا مندی پر بطور ثالث حکم دیا کہ لڑائی کے قابل محصورین قتل، عورتیں اور بچے قید اور ان کا مال مسلمانوں میں تقسیم کر دیا جائے۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لقد حکمت فیھم بحکم اللّٰہ و حکم رسولہ(۶۹)۔

تم نے ان کے بارے میں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق فیصلہ کیا۔

جس صحابی نے کسی قبائلی سردار کا علاج سورت فاتحہ پڑھ کر پھونک دینے سے کیا تھا اور بطور معاوضہ بکریاں لیں تھیں، صحابہؓ نے وہ بکریاں آپس میں تقسیم نہ کیں بلکہ واپس آ کر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بارے میں پوچھا۔ آپ نے بکریاں تقسیم کرنے کا حکم دیا(۷۰)۔ صحابی نے اس اجرت کو کسی عام عمل کی اجرت پر قیاس کیا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابی کا قیاس درست قرار

دیتے ہوئے فرمایا تھا:

إن احق ما اخذ تم عليه اجرا كتاب اللّٰه(۷۱)۔

جن چیزوں پر اجرت لینی جائز ہے ان میں سب سے زیادہ مستحق کتاب اللہ ہے۔

یوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس صحابی کا سورت فاتحہ پڑھنے پر معاوضہ لینے کے اجتہاد کی تصویب فرمائی۔

جن دو صحابہؓ نے تیمم سے نماز ادا کی، پھر نماز کے وقت میں پانی مل گیا تو ایک نے وضو کر کے دوبارہ نماز پڑھ لی اور دوسرے صحابی نے نماز نہ پڑھی، ان دونوں نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بارے میں استفسار کیا تھا۔ جس صحابی نے نماز نہیں دہرائی تھی اسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

أصبت السنة و أجزأتك صلاتك

تم نے سنت پر عمل کیا اور تمہاری نماز ہو گئی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسرے صحابی کو فرمایا:

أما انت فلك مثل سهم جمع(۷۲)۔

تیرے لیے دوگنا ثواب ہے۔

یوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں صحابہ کرامؓ کے اجتہادات کو درست قرار دیا اور ان پر انہیں اجر و ثواب کی خوشخبری بھی سنائی۔

غزوہ احزاب سے واپسی پر صحابہ کرام کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم: لا يُصَلِّيَنَ احدَ العصر إلا في بني قريظة ۔ یعنی کوئی شخص عصر کی نماز نہ پڑھے مگر بنو قریظہ پہنچ کر، صحابہ کرامؓ کے سامنے اس مسئلہ کے حکم میں صریح نص موجود تھی مگر اس میں ایک سے زائد وجوہ کا احتمال تھا۔ اس صورت میں انہوں نے صریح نص کے کسی ایک پہلو کا اجتہاد سے تعین کر کے اس پہلو پر عمل کیا۔ کچھ صحابہؓ نے نماز پڑھ لی کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ مقصد نہیں تھا کہ نماز قضا کریں۔ بعض نے یہ کہا کہ وہ بنو قریظہ ہی پہنچ کر نماز پڑھیں گے۔ جب اس کا ذکر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا گیا تو آپ نے کسی کو ملامت نہیں کی(۷۳)۔ یوں صحابہ کرامؓ کے دونوں گروہوں کے اجتہادات عدالتِ نبویؐ سے سندِ توثیق پا گئے۔

حضرت شریح بن ہانیؒ اپنے والد حضرت ہانی سے روایت کرتے ہیں کہ جب وہ اپنی قوم کے ہمراہ وفد کی صورت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سنا کہ لوگ حضرت ہانیؓ کو ابوالحَکم کہہ کر پکارتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ہانیؓ کو بلایا اور فرمایا:

إن الله هو الحَكَمُ و إليه الحكم فلم تكنّى ابا الحَكَمِ؟

بے شک حکم تو اللہ تعالیٰ کی ذات ہے اور حکم کرنا اسی کی شان ہے، پھر تم کیوں ابو الحکم کی کنیت استعمال کرتے ہو؟

حضرت ہانیؓ نے عرض کی: میری قوم کے لوگ جب کسی چیز میں اختلاف کرتے ہیں تو وہ میرے پاس آتے ہیں اور میں ان کے درمیان فیصلہ کرتا ہوں اور فریقین راضی ہو جاتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ما أحسن من هذا (۷۴) کتنی عمدہ بات ہے! اس واقعہ میں نبی اکرم اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم میں یہ بات آ چکی تھی کہ حضرت ہانیؓ اپنی قوم میں فیصلے کرتے ہیں مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اس کام سے منع نہیں فرمایا بلکہ اس کی تصویب و تحسین فرمائی۔

سکوت: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض اجتہاداتِ صحابہؓ پر سکوت فرمایا۔ آپ نے ملامت نہیں فرمائی، ڈانٹا ڈپٹا نہیں، نکیر نہیں فرمائی، منع نہیں فرمایا بلکہ خاموش رہے۔ اس نبویؐ سکوت کی تین صورتیں تھیں:

۱۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سکوت فرمایا لیکن اظہارِ خوشی بھی فرمایا اور اسے اچھا جانا۔ مثلاً حضرت عائشہؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ ان کے ہاں تشریف لائے تو بہت مسرور تھے اور فرمایا: اے عائشہؓ! کیا تم نے نہیں دیکھا کہ مُجَزِّز مُدلِجی آیا اور اسامہؓ اور ان کے والد زیدؓ کو دیکھا۔ ان دونوں پر چادر پڑی تھی جس سے وہ اپنے سروں کو چھپائے ہوئے تھے اور ان کے پاؤں کھلے تھے۔ اس نے کہا: یہ پاؤں ایک دوسرے کے ہیں(۷۵)۔ حضرت اسامہؓ کی رنگت سیاہ تھی اور والد گورے تھے(۷۶)۔ بعض لوگ حضرت اسامہؓ کے نسب میں شک کرتے تھے۔ اس لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت مجزز مدلجیؓ کے قیافہ شناسی پر اظہارِ خوشی فرمایا۔

۲۔ بعض دفعہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کسی صحابی کے اجتہاد پر سکوت فرمانے کے ساتھ مسکرا بھی دیئے۔

حضرت علیؓ نے یمن میں ایک بچے کا باپ ہونے کے تین دعویدار اشخاص کے درمیان قرعہ اندازی سے جو فیصلہ کیا تھا اس فیصلہ کا ذکر حضرت زید بن ارقمؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا تو آپ مسکرائے یہاں تک کہ آپ کے دہن مبارک کی داڑھیں نمایاں ہو گئیں(۷۷)۔

حضرت عمرو بن العاصؓ کی روایت ہے کہ غزوہ ذات السلاسل کی سرد رات میں انہیں غسل کی

حاجت ہو گئی۔ وہ ڈرے کہ اگر غسل کر لیا تو وہ مر جائیں گے۔ انہوں نے تیمّم کر کے ساتھیوں کو نماز پڑھا دی۔ بعد میں لوگوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا۔ آپ نے فرمایا:

یا عمرو! صلّیت بأصحابك و أنت جنب؟

اے عمرو! تم نے حالتِ جنابت میں نماز پڑھا دی؟

حضرت عمرو بن العاصؓ نے غسل نہ کرنے کا سبب بیان کیا اور عرض کی کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَلَا تَقْتُلُوْا اَنْفُسَكُمْ إِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيْماً [النساء ۴:۲۹]

اور اپنے آپ کو ہلاک نہ کرو۔ کچھ شک نہیں کہ اللہ تم پر مہربان ہے۔

یہ سن کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسکرا دیئے اور کچھ نہ فرمایا(۷۸)۔

۳۔ بعض اوقات نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی فعلِ صحابی پر صرف سکوت فرمایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس فعل کی نہ نکیر کی، نہ اس سے منع فرمایا اور نہ ہی اس فعل پر تبسم یا اظہارِ خوشی فرمایا۔ حضرت براء بن عازبؓ کی روایت میں ہے کہ صلح حدیبیہ (۶ھ) کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مشرکین کے درمیان قرار پانے والے صلح نامہ کی شرائط لکھی جانے لگیں تو حضرت علیؓ نے صلح نامہ کے اوپر لکھا: ھذا ما کاتب علیه محمد رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم ۔ اس جملہ پر مشرکین نے اعتراض کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ سے فرمایا کہ وہ یہ جملہ مٹا دیں۔ حضرت علیؓ نے عرض کیا: میں اس کو مٹانے والا نہیں ہوں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ سے وہ جملہ مٹا دیا(۷۹)۔

حضرت ابن عباسؓ نے حضرت خالد بن ولیدؓ سے روایت کیا ہے کہ وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ حضرت میمونہؓ کے گھر تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھُنی ہوئی گوہ لائی گئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا گیا کہ یہ گوہ ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دستِ مبارک پیچھے ہٹا لیا۔ حضرت خالدؓ نے پوچھا: یا رسول اللہ! کیا یہ حرام ہے؟ آپ نے فرمایا: لا ولکن لم یکن بأرض قومی فأجدنی أعافه ۔ نہیں، لیکن یہ میری قوم کی زمین پر نہیں ہوتی، لہذا مجھے اس سے کراہت محسوس ہوئی۔ حضرت خالدؓ نے اسے کھایا جبکہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم دیکھ رہے تھے(۸۰)۔

اصلاح: بعض اجتہاداتِ صحابہؓ ایسے بھی تھے جن کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اصلاح فرمائی۔ مثلاً جنگل میں غسل حاجت کے لیے پانی نہ ہونے کی وجہ سے حضرت ابوذر غفاریؓ پانچ چھ دن تک بلاغسل نماز پڑھتے رہے۔ واپسی پر انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا۔ آپ نے پانی منگوا کر حضرت ابو ذر غفاریؓ کو نہانے کا حکم دیا اور فرمایا:

الصعيد الطيب وضوء المسلم ولو إلى عشر سنين فاذا وجدت الماء فَاَمِسَّه جِلدك فان ذلك خير(۸۱)۔

مسلمان کے لیے پاک مٹی وضو کا ذریعہ ہے، خواہ دس سال بھی پانی نہ ملے اور جب پانی ملے تو اس کو اپنے بدن پر لگا لے۔ یہ بہتر ہے۔

اوپر بیان ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمار بن یاسرؓ کو کہیں بھیجا۔ ان پر غسل فرض ہوگیا۔ پانی نہ ملا تو وہ خاک میں لوٹ پوٹ ہو گئے۔ واپس آ کر سارا واقعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کیا۔ آپ نے فرمایا: انما کان یکفیك هکذا۔ تمہیں دونوں ہاتھوں سے اس طرح کرنا کافی تھا۔ پھر آپ نے دونوں ہاتھوں کو ایک بار زمین پر مارا۔ پھر دائیں ہاتھ کو بائیں پر ملا اور اپنے ہاتھوں کی پشت اور اپنے چہرے پر ملا۔ اس واقعہ میں حضرت عمار بن یاسرؓ نے یہ قیاس کیا کہ پانی سے غسل کے دوران سارا بدن دھویا جاتا ہے اور مٹی طہارت میں پانی کے قائم مقام ہے، اس لیے سارے جسم پر مٹی لگنی چاہیے۔ انہوں نے قیاس سے اجتہاد اس لیے کیا تھا کہ انہیں تیمّم کا قرآنی حکم [المائدۃ ۶:۵] معلوم نہیں تھا۔ چونکہ منصوص حکم کی موجودگی میں مجتہد کے اجتہادی حکم کی کوئی حیثیت نہیں ہے اس لیے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمارؓ کی اصلاح فرما دی(۸۲)۔

حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کا حال تین اشخاص سے بیان کیا گیا۔ انہوں نے اسے کم خیال کرتے ہوئے کہا: ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی برابری کیسے کر سکتے ہیں؟ آپ کے اگلے پچھلے سب گناہ معاف کر دیئے گئے ہیں۔ ان میں سے ایک شخص نے کہا: میں رات بھر نماز پڑھوں گا۔ دوسرے نے کہا: میں ہمیشہ روزہ رکھوں گا۔ تیسرے نے کہا: میں نکاح نہیں کروں گا۔ پھر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور فرمایا:

انتم الذين قلتم كذا وكذا؟ أما والله إنى لأخشاكم لله واتقاكم له لكنى أصوم وأفطر وأصلى وأرقد وأتزوج النساء فمن رغب عن سنتى فليس منى(۸۳)۔

کیا تم لوگوں نے ایسی ایسی بات کہی ہے؟ اللہ کی قسم! میں اللہ تعالیٰ سے بہ نسبت تمہارے بہت زیادہ ڈرنے اور خوف کرنے والا ہوں۔ پھر بھی میں روزہ رکھتا ہوں اور افطار بھی کرتا ہوں، نماز پڑھتا ہوں اور سوتا ہوں اور عورتوں سے شادی بھی کرتا ہوں۔ یاد رکھو! جو میری سنّت سے روگردانی کرے وہ مجھ سے نہیں ہے۔

حضرت عدی بن حاتمؓ روایت کرتے ہیں کہ جب قرآن مجید کی آیت:

حَتّٰی یَتَبَیَّنَ لَکُمُ الْخَیْطُ الْاَبْیَضُ مِنَ الْخَیْطِ الْاَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ [البقرۃ ۲:۱۸۷]

یہاں تک کہ [صبح کی] سفید دھاری [رات کی] سیاہ دھاری سے الگ نظر آنے لگے۔

نازل ہوئی تو میں نے سیاہ اور سفید دونوں رنگ کی رسیاں لے کر اپنے تکیہ کے نیچے رکھ لیں۔ میں رات کو دیکھتا رہا لیکن ان کا رنگ ظاہر نہ ہو سکا۔ صبح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچا اور یہ بات بیان کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

انما ذٰلك سواد الليل و بياض النهار(۸۴)۔

اس کا مطلب رات کی سیاہی اور صبح کی سفیدی ہے۔

عدم تصویب: صحابہ کرامؓ کے بعض اجتہادات ایسے بھی تھے جو عدالتِ نبویؐ میں شرفِ قبولیت نہ پا سکے۔ مثلاً حضرت خالد بن ولیدؓ نے بنو جذیمہ کو دعوتِ اسلام دی جو انہوں نے قبول کر لی مگر انہوں نے "ہم مسلمان ہوگئے" کے بجائے "ہم نے اپنا دین چھوڑا" کہا۔ حضرت خالدؓ نے انہیں قتل کر دیا۔ یہ واقعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بیان کیا گیا تو آپ نے اپنا ہاتھ مبارک اٹھا کر دو مرتبہ فرمایا:

اللهم إنى ابرأ اليك مما صنع خالد(۸۵)۔

اے اللہ! میں خالد کے فعل سے بری ہوں۔

ایک لڑائی میں حضرت اسامہ بن زیدؓ اور ان کے ساتھیوں نے ایک شخص مِرداس بن نُہیک کو قتل کر دیا۔ جب وہ اسے قتل کرنے لگے تو اس نے کلمہ شہادت کہا لیکن حضرت اسامہؓ اور ان کے ساتھیوں نے نہ مانا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ واقعہ معلوم ہونے پر فرمایا:

يا اسامة من لك بلا إله الا الله (۸۶)۔

اے اسامہ! لا الہ الا اللہ کا کیا جواب دو گے۔

ایک صحابیہ سُبَیْعَہؓ کے ہاں اپنے شوہر کی وفات کے کچھ دنوں بعد بچہ کی ولادت ہوئی۔ وضعِ حمل اور نفاس سے فارغ ہونے کے بعد انہوں نے نکاحِ ثانی کرنا چاہا تو حضرت ابوالسنابلؓ نے انہیں کہا: بخدا تم نکاح نہیں کر سکتی جب تک تم پر چار ماہ دس دن نہ گزر جائیں۔ حضرت سبیعہؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر استفسار کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضعِ حمل کو انتہائے عدت قرار دیا اور حضرت سبیعہؓ کو نکاح ثانی کی اجازت دی(۸۷)۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو السنابلؓ کی رائے کو صائب قرار نہ دیا۔

حاصل بحث

مندرجہ بالا بحث کا حاصل یوں بیان کیا جا سکتا ہے کہ حیاتِ نبویؐ میں صحابہ کرامؓ کو اجتہاد کی

اجازت تھی۔ اس دور میں اجتہاداتِ صحابہؓ کی واقعاتی شہادتوں کی روشنی میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ صحابہ کرامؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دور، قریب اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں اجتہاد کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہؓ کو اجتہاد کی تربیت دی ،یہ اجتہادات نبویؐ حکم سے بھی وقوع پذیر ہوئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکمِ الٰہی کے مطابق اپنے صحابہؓ کو مختلف امور میں شریکِ مشورہ بھی کیا۔ صحابہ کرامؓ نے بطور مشورہ جو رائے پیش کی وہ ان کے اجتہاد ہی کا نتیجہ ہوتی تھی۔ پیش آنے والے حالات میں ضروری و فوری مسائل کا شرعی حل معلوم کرنے کے لیے صحابہ کرامؓ نے از خود بھی اجتہاد کے طریقہ پر عمل کیا۔ حیاتِ نبویؐ میں صحابہ کرامؓ کے اجتہادات سے متعلق روایات اُمت میں مقبول ہونے اور حدِ تواتر کو پہنچ جانے کی بنا پروہ بالاتفاق قطعیت کا فائدہ دیتی ہیں۔

حیاتِ نبویؐ میں صحابہ کرامؓ کے اجتہادات کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ بنی نوع انسانیت میں صحابہ کرامؓ ہی کے طبقہ کو یہ امتیاز حاصل ہے کہ ان کے بعض اجتہادات کو فقہ اسلامی کے دو بنیادی مآخذ یعنی قرآن اور سنّت میں سے ایک ماخذ سنّت کا حصہ بنا دیا گیا ہے۔ یہ امتیاز و اعزاز انسانوں کے کسی اور طبقہ کو قیامت تک حاصل نہیں ہو سکتا۔ حیاتِ نبویؐ میں صحابہ کرامؓ کے اجتہادات عدالتِ نبویؐ کی توثیق سے مشروط تھے۔ ان کے وہ اجتہادات جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے وقوع پذیر ہوئے یا آپ کے سامنے بیان کیے گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی توثیق و تصویب فرمائی یا ان پر سکوت اختیار کیا تو ایسے تمام اجتہادات کو عدالت ِ نبویؐ میں شرفِ قبولیت پا جانے کے بعد سنّت تقریری کا درجہ حاصل ہو گیا۔ ایسے تمام واقعات اپنی نوعیت کے اعتبار سے صحابہ کرامؓ کے اجتہادات ہی ہیں لیکن فقہی و قانونی حیثیت سے وہ اب سنّت تقریری میں داخل ہیں اور سنّت تقریری سنت ہی کی ایک شکل ہے۔

نزولِ وحی کے ہر وقت امکان کے باوجود حیاتِ نبویؐ میں اجتہاداتِ صحابہؓ سے شریعت اسلامیہ کا یہ پہلو بھی اجاگر ہوتا ہے کہ وہ ہر حال میں مکلّفین کے مصالح کی حفاظت چاہتی ہے۔ حفظ مصالح شریعت کے مقاصد میں سے ہے۔ اگر صحابہؓ کو اجتہاد کی اجازت نہ ہوتی اور انہیں ہر مسئلہ میں اور ہر جگہ پر وحی کی طرف رجوع کرنے کا حکم ہوتا تو ممکن تھا کہ ناگزیر اور ضروری حالات میں کئی انسانی مصالح کا حرج ہو جاتا۔ یہ حرج مقاصدِ شریعت سے متصادم ہے۔ اسی لیے حیاتِ نبویؐ میں صحابہ کرامؓ کے اجتہادات ملتے ہیں، خواہ مجتہد صحابی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھا یا آپ سے دور، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجتہد صحابی کو اجتہاد کا براہِ راست حکم دیا تھا یا ایسا کرنے کا حکم نہیں

دیا تھا۔

یہ بات پیش نظر رہے کہ حیاتِ نبویؐ میں حضرات صحابہ کرامؓ عادتاً اجتہاد نہیں کرتے تھے۔ ایسا نہیں تھا کہ صحابہؓ ہر معاملہ میں اور ہر وقت ذاتی اجتہاد سے کام لیتے تھے۔ وہ ایسا صرف ناگزیر صورتوں ہی میں کرتے تھے۔

حیاتِ نبویؐ میں اجتہاداتِ صحابہؓ کی ان واقعاتی شہادتوں کی روشنی میں یہ نتیجہ بھی سامنے آتا ہے کہ فقہِ اسلامی میں اجتہاد ایک نہ رکنے والا عمل ہے۔ اگر زمانۂ نزول وحی میں بھی انسانی احتیاجات اپنی تکمیل کے لیے اجتہاد کی محتاج تھیں تو انقطاعِ وحی کے بعد والے زمانوں میں اجتہاد کی ضرورت و اہمیت مزید بڑھ جاتی ہے۔

حوالہ جات

۱۔ غزالی، ابو حامد محمد بن محمد (م ۵۰۵ھ)، **المستصفٰی من علم الأصول** و بذیلہ فواتح الرحموت بشرح مسلّم الثبوت، ج ۲، ص ۳۵۴، منشورت الشریف الرضی قم+ المطبعۃ الأمیریۃ ببولاق مصر المحمیۃ ۱۳۲۴ھ۔ ابن عقیل، ابوالوفاء علی بن عقیل (م ۵۷۳ھ)، **الواضح فی أصول الفقہ**، ج ۵، ص ۳۹۱، مؤسسۃ الرسالۃ،بیروت ۱۴۲۰ھ/۱۹۹۹ء۔ جوینی، عبدالملک بن عبداللہ (م ۴۷۸ھ)، **البرھان فی اصول الفقہ**، ج ۲، ص ۱۳۵۶، طبع علی نفقۃ صاحب السمو الشیخ خلیفۃ بن احمد آل ثانی امیر دولۃ قطر ۱۳۹۹ھ۔ شیرازی، ابواسحاق ابراہیم بن علی فیروزآبادی (م ۴۷۶ھ)، **التبصرۃ فی أصول الفقہ**،ص ۵۱۹، دار الفکر، دمشق ۱۴۰۳ھ/۱۹۸۳ء۔ عبد العلی محمد بن نظام الدین انصاری (م ۱۲۲۵ھ)، **فواتح الرحموت** فی ھامش المستصفیٰ للغزالی، ج ۲، ص ۳۷۴، المطبعۃ الأمیریۃ ببولاق مصر المحمیۃ ۱۳۲۴ھ + منشورات الشریف الرضی قم۔ شیرازی، **اللمع فی أصول الفقہ**، ص ۱۳۳، دارالکتب العلمیۃ، بیروت لبنان ۱۴۰۵ھ/۱۹۸۵ء۔ شوکانی، محمد بن علی (م ۱۲۵۰ھ)، **ارشاد الفحول إلی تحقیق علم الأصول**، ص ۴۲۹، دارالفکر، بیروت لبنان، ۱۴۱۲ھ/۱۹۹۲ء۔ آمدی، ابوالحسن علی بن ابی علی (م ۶۳۱ھ)، **الإحکام فی اصول الأحکام**، ج ۴، ص ۴۰۷۔ دارالکتب العلمیۃ، بیروت لبنان، ۱۴۰۵ھ/۱۹۸۵ء۔ ابوالحسین بصری، محمد بن علی الطیّب معتزلی (م ۴۳۶ھ)، **المعتمد فی أصول الفقہ**، ج ۲، ص ۲۴۳، دارالکتب العلمیۃ، بیروت لبنان ۱۴۰۳ھ۔ ارموی، صفی الدین محمد بن عبدالرحیم (م ۹۲۳ھ)، **نھایۃ الوصول فی درایۃ الأصول**، ج ۸، ص ۳۸۱۶، المکتبۃ التجاریۃ مصطفی احمد الباز، مکّۃ مکّرمۃ۔ طوفی، نجم الدین سلیمان بن عبدالقوی (م ۷۱۶ھ)، **شرح مختصر الروضۃ**، ج ۳، ص ۵۸۹، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت ۱۴۰۷ھ/۱۹۸۷ء۔ زرکشی، بدر الدین محمد بن بہادر (م ۷۹۴ھ)، **تشنیف المسامع بجمع الجوامع** لتاج الدین السبکی (م ۷۷۱ھ)، ج ۲، ص ۲۰۹، دارالکتب العلمیۃ، بیروت لبنان ۱۴۲۰ھ/۲۰۰۰ء۔ ابن برہان، احمد بن علی بغدادی (م ۵۲۰ھ)، **الوصول إلی الأصول**، ج ۲، ص ۳۷۷، مکتبۃ المعارف، ریاض ۱۴۰۴ھ/۱۹۸۴ء۔

۲۔ لغوی طور پر خبر واحد سے مراد وہ خبر ہے جسے ایک راوی نے ایک شخص ہی سے روایت کیا ہو، جبکہ اصولیین کی اصطلاح میں یہ وہ خبر ہے جو تواتر کی حد کو نہ پہنچی ہو اور جس میں تواتر کی شرائط نہ پائی جائیں (سمرقندی،

علاء الدین ابوبکر محمد بن احمد (م ۵۳۹ھ)، **میزان الأصول فی نتائج العقول**،ص ۴۳۱، مکتبۃ دارالتراث، قاهرة ۱۴۱۸ھ/ ۱۹۹۷ء۔ سبکی، علی بن عبدالکافی (م ۷۵۶ھ) و ولـده تاج الدین عبدالوہاب بن علی سبکی (م ۷۷۱ھ)، **الإبهاج فی شرح المنهاج** ، ج ۲، ص ۲۹۹، دارالکتب العلمیة، بیروت لبنان ۱۴۰۴ھ/۱۹۸۴ء)۔ تواتر وہ ہے جسے لوگوں کی اتنی کثیر تعداد نے روایت کیا ہو کہ ان کا کسی جھوٹ پر اتفاق کر لینا ممکن نہ ہو (طحان، محمود، **تیسیر مصطلح الحدیث**، ص ۱۸، نشر السنة، ملتان)۔ جمہور اصولیین کے نزدیک خبر واحد پر عمل واجب ہے (ارموی، صفی الدین، **نهایة الوصول**، ج ۷، ص ۲۹۱۵۔ عبدالعزیز بخاری (م ۷۳۰ھ)، **کشف الأسرار** عن اصول فخر الإسلام البزدوی ، ج ۲، ص ۵۳۸، دارالکتب العلمیة، بیروت لبنان ۱۴۱۸ھ/۱۹۹۷ء۔ ابن النجار، محمد بن احمد (م ۹۷۲ھ)، **شرح الکوکب المنیر** ، ج ۲، ص ۳۵۹، مرکز البحث العلمی و احیاء التراث الإسلامی+ کلیة الشریعة والدراسات الإسلامیة، جامعة الملك عبد العزیز، مکة المکرمة ۱۴۰۰ھ/۱۹۸۰ء۔ سبکی، **الإبهاج** ۳۰۰/۲۔ **ارشاد الفحول** ص ۹۳۔ ابن حزم،ابو محمد علی بن احمد بن سعید ظاہری (م ۴۵۶ھ)، **الإحکام فی اصول الأحکام** ،ج ۱، ص ۱۱۹، **السنّة ادارة الترجمة و التالیف**، فیصل آباد ۱۴۰۴ھ۔ محبّ اللہ بن عبدالشکور (م ۱۱۱۹ھ)، **مسلّم الثبوت فی اصول الفقه** بهامش المستصفیٰ للغزالی، ج ۲، ص ۱۲۲، المطبعة الأمیریة ببولاق مصرالمحمیة ۱۳۲۴ھ + منشورات الشریف الرضی قم)۔ عہدرسالت میں اس پر عمل ہوا ہے (**مسلّم الثبوت** ، ج ۲، ص ۱۳۳۔عبدالعزیز بخاری،**کشف الأسرار**، ج ۲، ص ۵۴۱)۔ خبر واحد پر عمل پر صحابہ کرامؓ کا اجماع ہے (ابن برہان بغدادی، **الوصول إلی الأصول**، ج ۲، ۱۷۵۔ سبکی، **الإبهاج**، ج ۲، ص۳۰۶۔ شوکانی، **ارشاد الفحول**، ص ۹۴)۔ فخرالا سلام بزدویؒ نے لکھا ہے کہ صحابہ کرامؓ خبر واحد پر عمل کرتے تھے (عبدالعزیز بخاری، **کشف الإسرار** ،ج ۲،ص ۵۴۴)۔

۳۔ غزالی، ابو حامد محمد بن محمد (م ۵۰۵ھ)، **المنخول من تعلیقات الأصول**،ص ۴۶۸، دارالفکر، دمشق ۱۴۰۰ھ/۱۹۸۰ء۔ ابوالحسین بصری، **المعتمد فی اصول الفقه** ، ج۲، ص۲۱۲ ۔ جوینی، **البرهان فی اصول الفقه**، ج۲، ص۱۳۵۶ ۔ ابن برہان بغدادی، **الوصول إلی الأصول**، ج۲، ص۳۷۹ ۔ طوفی، **شرح مختصر الروضة** ، ج ۳، ص ۵۸۹ ۔ ارموی، صفی الدین، **نهایة الوصول**، ج ۸، ص۳۸۱۶ ۔ آمدی، **الإحکام فی اصول الأحکام**، ج ۴، ص ۴۰۷ ۔ شوکانی، **ارشاد الفحول** ،ص ۴۲۹۔ غزالی، **المستصفی** (مع فواتح الرحموت)، ج ۲، ص۳۵۴ ۔ زرکشی، بدر الدین محمد بن بہادر (م ۷۹۴ھ)، **البحر المحیط فی اصول الفقه**، ج ۶، ص۲۲۰، دارالصفوة للطباعة و النشر و التوزیع بالغردقة + وزارة الأوقاف والشؤن الإسلامیة کویت ۱۴۱۳ھ/۱۹۹۲ء۔ زرکشی، **تشنیف المسامع**، ج ۲، ص ۲۱۰۔

۴۔ احمد بن حنبل (م ۲۴۳ھ)، **مسند احمد بن حنبل** ، ج ۴، ص۲۰۵، المکتب الإسلامی، بیروت ۱۳۹۸ھ/ ۱۹۷۸ء۔ حاکم نیشاپوری، ابوعبد اللہ محمد بن عبد اللہ(م ۴۰۵ھ)، **المستدرك علی الصحیحین فی الحدیث**، **کتاب الأحکام**، ج ۴، ص ۸۸، دار الکتاب العربی ،بیروت لبنان ۔ دارقطنی، علی بن عمر (م۳۸۵ھ)، **سنن الدار قطنی** ،**کتاب فی الأقضیة والأحکام**، ج ۴، ص ۲۰۳، دار المحاسن للطباعة ، قاهرة+ناشر: السید عبداللہ ہاشم یمانی المد نی بالمدینة المنورة، الحجاز ۱۳۸۶ھ/۱۹۶۶ء۔

۵۔ دارقطنی، **سنن الدارقطنی**، **کتاب الأقضیة والأحکام** ، ج ۴، ص۲۰۳

۶۔ غزالی، **المستصفی**، ج ۲، ص ۳۵۵

۷۔ ایک فرسخ تین میل کے برابر ہے: ملاحظہ ہو:حسین یوسف موسیٰ وعبدالفتاح السعیدی، **الافصاح فی فقه اللغة**، مادہ ''رس خ''، ج ۲، ص ۱۲۵۲، مرکز النشر مکتب الاعلام الإسلامی، طهران ۱۴۰۴ھ۔ تین میل تقریباً ۴٫۸۲۸۰۳ کلو میٹر کے برابر ہیں۔

۸۔ غزالی، **المنخول من تعلیقات الأصول** ص ۴۶۸

۹۔ ابو یعلیٰ، محمد بن الحسین الفرّاء (م ۴۵۸ھ)، **العدة فی أصول الفقه**، ج ۸، ص۱۵۹۰، ریاض ،المملکة العربیة السعودیة ۱۴۱۰ھ/۱۹۹۰ء۔ آمدی، **الإحکام فی اصول الأحکام**، ج ۴، ص ۴۰۷۔ شوکانی، **ارشادالفحول**، ص ۴۳۰۔ زرکشی، **البحر المحیط فی اصول الفقه** ،ج ۶ ،ص۲۲۰

۱۰۔ ابن سعد، ابو عبداللہ محمد بن سعد (م ۲۳۰ھ)، **الطبقات الکبریٰ**، ج ۳، ص ۴۲۳، دارصادر، بیروت ۱۳۸۸ھ/۱۹۶۸ء

۱۱۔ بخاری، ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل (م ۲۵۶ھ)، **صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب قوله تعالیٰ:ویوم حنین**......ج ۲، ص ۶۱۸، قدیمی کتب خانہ مقابل آرام باغ کراچی ۱۳۸۱ھ/۱۹۶۱

۱۲۔ ابو یعلیٰ، **العدة فی اصول الفقه**، ج ۸، ص ۱۵۹۰

۱۳۔ جصاص، ابوبکر احمد بن علی رازی (م ۳۷۰ھ)، **اصول الجصاص** المسمٰی الفصول فی الأصول، ج ۲، ص۳۷۵ و ما بعد، دارالکتب العلمیة، بیروت لبنان۱۴۲۰ھ/۲۰۰۰ء

۱۴۔ آمدی، **الإحکام فی اصول الأحکام**، ج ۴،ص ۴۰۷

۱۵۔ حوالہ بالا ج ۴،ص ۴۰۷

۱۶۔ ابن حزم، **الإحکام فی اصول الأحکام**، ج ۵، ص ۱۳۲

۱۷۔ آمدی، **الإحکام فی اصول الأحکام**، ج ۴، ص ۴۰۷ ۔ ابوالحسین بصری، **المعتمد فی اصول الفقه**، ج۲، ص۲۱۲ و ۲۴۳ ۔ ابن برہان فوری، **الوصول الی الأصول**، ج ۲، ص۳۷۶ ۔ ارموی، صفی الدین، **نهایةالوصول**، ج ۸، ص۳۸۱۶ ۔شیرازی، **التبصرة** ص ۵۱۹۔ ارموی، سراج الدین محمود بن ابی بکر (م۶۸۲ھ)، **التحصیل من المحصول** ،ج ۲، ص ۲۸۴، مؤسسة الرسالة، بیروت ۱۴۰۸ھ/۱۹۸۸ء۔ طوفی، **شرح مختصر الروضة** ، ج ۳، ص۵۸۹ ۔شیرازی، **اللمع**، ص ۱۳۳۔ ابن عقیل، **الواضح فی اصول الفقه** ، ج ۵، ص۳۹۱

۱۸۔ آمدی، **الإحکام فی اصول الأ حکام**، ج ۴، ص ۴۰۷

۱۹۔ بخاری، **صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب قوله تعالیٰ:و یوم حنین**...... ج۲، ص ۶۱۸

۲۰۔ ابن سعد، **الطبقات الکبریٰ**، ج ۳،ص ۴۲۳ ۔ بخاری، **صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب مرجع النبی صلی اللہ علیه وسلم من الأحزاب**، ج ۲، ص۵۹۱

۲۱۔ بخاری، **صحیح البخاری، کتاب التیمم، باب هل ینفخ فی ید یه بعد ما یضرب**...... ج۱، ص ۴۸

۲۲۔ ابن حجر عسقلانی، شہاب الدین احمد بن علی (م ۸۵۲ ھ)، **فتح الباری شرح صحیح البخاری**، المدینة الکبریٰ ببولاق مصر المحمیة ۱۳۰۰ھ+دارالمعرفة، بیروت لبنان، ج ۱، ص ۳۷۶

۲۳۔ شیرازی، **التبصرة فی اصول الفقه**، ص ۵۲۰

۲۴۔ آمدی، **الإحکام فی اصول الأحکام**، ج ۴، ص ۴۰۹

۲۵۔ ارموی، صفی الدین، نہایۃ الوصول، ج ۸، ص ۳۸۲۲

۲۶۔ جصاص، ابوبکراحمد بن علی رازی (م ۳۷۰ھ)، احکام القرآن، ج ۱، ص ۳۷، سہیل اکیڈمی، لاہور پاکستان ۱۴۰۰ھ/۱۹۸۰ء

۲۷۔ ابوداؤد، سلیمان بن الاشعث سجستانی (م ۲۷۵ھ)، سنن ابی داؤد، کتاب الصلٰوۃ، باب اذا صلی خمساً، ج۱، ص ۳۱۲، دار الکتب العلمیۃ، بیروت لبنان، ۱۴۱۶ھ/۱۹۹۶ء

۲۸۔ حاکم نیشاپوری، المستدرک، کتاب الصوم، ج۱، ص۴۳۱ ۔ ابو داؤد، سنن ابی داؤد، کتاب الصوم، باب القبلۃ للصائم، ج۲، ص ۱۸۰ ۔ احمد بن حنبل، مسند احمد بن حنبل، ج ۱، ص ۲۱، ۵۲

۲۹۔ مسلم بن الحجاج، ابو الحسین قشیری (م ۲۶۱ ھ)، صحیح مسلم، کتاب الزکٰوۃ، باب بیان ان اسم الصدقۃ یقع علی کل نوع من المعروف، ج ۲، ص ۶۹۷ ومابعد، دارالفکر،بیروت لبنان،۱۳۹۲ھ/۱۹۷۲ء

۳۰۔ بخاری، صحیح البخاری، کتاب المحار بین من اھل الکفر و الردۃ، باب ماجاء فی التعریض، ج ۲، ص۱۰۱۲

۳۱۔ حوالہ بالا، ابواب العمرۃ، باب الحج والنذر عن المیت ......، ج ۱، ص ۲۵۰

۳۲۔ مسلم، صحیح مسلم، کتاب الصیام، باب قضاء الصیام عن المیت، ج ۲، ص ۸۰۴

۳۳۔ ابن ماجہ، ابو عبداللہ محمد بن یزید قزوینی(م ۲۷۳ھ)، سنن ابن ماجہ،کتاب الصیام، باب من مات و علیہ صیام من نذر، ج ۲، ص ۳۵۳، دار المعرفۃ، بیروت لبنان، ۱۴۱۶ھ/۱۹۹۶ء

۳۴۔ نسائی، ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب (م ۳۰۳ھ)، سنن النسائی، کتاب مناسک الحج، باب الحج عن المیت الذی نذرأن یحج، ج ۵، ص ۱۲۳، دار المعرفۃ بیروت لبنان۱۴۱۴ھ/۱۹۹۴ء

۳۵۔ ابو یوسف، یعقوب بن ابراہیم (م ۱۸۲ھ)، کتاب الآثار، ص ۱۲۴، دارالکتب العلمیۃ، بیروت+ المکتبۃ الأثریۃ، جامع مسجد اہلحدیث باغ والی، سانگلہ ہل پاکستان

۳۶۔ بخاری، صحیح البخاری، کتاب الأذان، باب بدء الأذان، ج ۱، ص ۸۵

۳۷۔ مسلم، صحیح مسلم، کتاب الجھاد، باب الامداد بالملائکۃ فی غزوۃ بدر...... ج ۳، ص ۱۳۵۸

۳۸۔ ابن ہشام، ابومحمد عبدالملک بن ہشام (م ۲۱۳ھ یا ۲۱۸ھ)، السیرۃ النبویۃ، ج ۲، ص۲۷۲، مطبعۃ مصطفیٰ البابی الحلبی و اولادہ، مصر ۱۳۵۵ھ/۱۹۳۶ء

۳۹۔ عبد الرزاق، ابوبکر بن ہمام صنعانی (م ۲۱۱ھ)، المصنّف،کتاب المغازی، واقعۃ الأحزاب و بنی قریظۃ، ج۵، ص ۳۶۷ و ۳۶۸، المجلس العلمی ۱۳۹۰ھ/ ۱۹۷۰ء

۴۰۔ دارقطنی، سنن الدارقطنی، کتاب فی الأقضیۃ والأحکام، ج ۴، ص ۲۰۳

۴۱۔ بخاری، صحیح البخاری، کتاب الجھاد، باب اذا نزل العدو، ج ۱، ص ۴۲۷

۴۲۔ حاکم نیشاپوری، المستدرک، کتاب معرفۃ الصحابۃ، ج ۳، ص ۵۷۷ ۔ احمد بن حنبل، مسند احمد بن حنبل، ج ۵، ص ۳۶

۴۳۔ ابن ماجہ، سنن ابن ماجہ، کتاب الأحکام، باب الرجلان یدعیان فی خصّ، ج ۳، ص ۱۰۷ ۔ دارقطنی، سنن الدار قطنی، کتاب فی الأقضیۃ والأحکام، ج ۴، ص ۲۲۹

۴۴۔ دارقطنی، سنن الدارقطنی، کتاب الأقضیۃ والأحکام، ج ۴، ص ۲۰۳

۴۵۔ طبرانی، ابوالقاسم سلیمان بن احمد (م ۳۶۰ھ)، المعجم الأوسط، ج ۲، ص ۳۵۰، مکتبۃ المعارف للنشر

والتوزیع، ریاض ۱۴۱۵ھ/۱۹۹۵ء

۴۶۔ مسلم، صحیح مسلم، کتاب التوبة، باب براءة حرم النبی صلی اللہ علیہ وسلم من الریبة، ج ۴، ص ۲۳۹

۴۷۔ حاکم نیشاپوری، المستدرک، کتاب الاحکام، ج ۴، ص ۸۸ ۔ مزید ملاحظہ ہو: ابو داؤد، سنن ابی داؤد، کتاب الأقضیة، باب کیف القضاء، ج ۲، ص ۵۰۸

۴۸۔ ابو داؤد، سنن ابی داؤد، کتاب الأقضیة، باب اجتهاد الرای فی القضاء، ج۲، ص۵۱۰ ۔ دارمی، ابو محمد عبداللہ بن عبدالرحمٰن (م ۲۵۵)، سنن الدارمی، باب الفتیا و مافیه من الشدة، ج۱، ص ۶۰، دارالکتب العلمیة، بیروت لبنان ۔ اس حدیث پر علماء نے کلام کیا ہے۔ امام ترمذیؒ نے لکھا ہے کہ ہم اس حدیث کو نہیں جانتے مگر اسی سند سے۔ اس کی اسناد متصل نہیں ہیں (ترمذی، جامع ترمذی، ابواب الأحکام، باب ما جاء فی القاضی کیف یقضی، ج ۱، ص ۴۸۱)۔ امام ابن حزم نے لکھا ہے کہ یہ حدیث ساقط ہے، اس کے راویوں میں الحارث بن عمرو مجہول ہے۔ لہذا اس حدیث سے دلیل لینا درست نہیں ہے (ابن حزم، الإحکام فی اصول الأحکام، ج ۶، ص ۳۵)۔ ابوالحسین بصریؒ کہتے ہیں کہ امت نے اس حدیث کو قبول کیا ہے (ابوالحسین بصری، المعتمد فی اصول الفقه، ج ۲، ص ۲۱۳)۔ امام غزالیؒ نے فرمایا کہ امت نے اس حدیث کو قبول کیا ہے اور کسی نے اس حدیث میں طعن اور اس سے انکار نہیں کیا۔ جو حدیث ایسی ہو جس میں کوئی طعن نہ ہو اور کوئی اس کا انکار نہ کرے تو اس حدیث کے مرسل ہونے میں کوئی قباحت نہیں ہے بلکہ اس کی اسناد کے بارے میں بحث نہیں کی جائے گی (غزالی، المستصفی، ص ۲۹۳)۔ حافظ ابن قیمؒ نے لکھا ہے کہ اس حدیث کی سند میں حارث بن عمرو ہیں جو اسے اصحابِ حضرت معاذ بن جبلؓ میں سے کئی اشخاص سے نقل کرتے ہیں لیکن ان کا نام نہیں لیتے۔ یہ شہرت میں اور زیادہ ہے بہ نسبت اس کے کہ کسی ایک کا نام لیتے۔ حضرت معاذ بن جبلؓ کے اصحاب کی شہرتِ علم و دین اور فضل و صدق خوب ظاہر ہے۔ ان کے اصحاب میں سے کوئی بھی متہم بالکذب نہیں ہے۔ کسی پر جرح نہیں ہے۔ وہ سب بہترین مسلمان تھے اور اہلِ علم کو اس بات میں کوئی شک نہیں ہے۔ اس سے نیچے کے راوی شعبہ ہیں اور بعض ائمہ حدیث کا قول ہے کہ جس حدیث کی سند میں شعبہ ہوں، اسے دونوں ہاتھوں سے تھام لو (ابن قیم، شمس الدین ابو عبداللہ محمد بن ابی بکر الجوزیہ (م ۷۵۱ھ)، اعلام المؤقعین عن رب العالمین، ج ۱، ص ۲۰۲، دارالجیل للنشر و التوزیع و الطباعة، بیروت لبنان۔

۴۹۔ جصاص، اصول الجصاص، ج ۲، ص ۲۲۷۔ مزید ملاحظہ ہو: ابوالحسین البصری، المعتمد فی اصول الفقه، ج ۲، ص ۲۲۲

۵۰۔ ابن ہشام، السیرة النبویة، ج ۲، ص ۲۳۳

۵۱۔ احمد بن حنبل، مسند احمد بن حنبل، ج۱، ص ۱۵۲ ۔ ابن کثیر، ابوالفداء عماد الدین اسماعیل بن عمر (م۷۷۴ھ)، البدایة و النهایة، ج ۵، ص ۱۰۷، المکتبہ القدوسیہ، اردو بازار، لاہور پاکستان ۱۴۰۴ھ/۱۹۸۴ء

۵۲۔ ابن ماجہ، سنن ابن ماجه، کتاب الأحکام، باب القضاء بالقرعة، ج ۳، ص ۱۰۹

۵۳۔ بخاری، صحیح البخاری، کتاب الأحکام، باب امر الوالی اذا وجّه امیرین، ج ۲، ص ۱۰۶۳

۵۴۔ ابن ہشام، السیرة النبویة، ج ۴، ص ۸۳، ۱۴۳

۵۵۔ یہ قبائل لخم اور جذام سے جنگ تھی۔ یہ مقام وادی قریٰ سے آگے ہے۔ اس کے اور مدینہ کے درمیان دس ایام کی مسافت ہے۔ جُذام کے علاقے میں چشموں جنہیں سلسال کہا جاتا ہے، پر اُترنے کے باعث اس غزوہ کو ذات السلاسل کا نام دیا گیا۔ ملاحظہ ہو: بخاری، صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب غزوۃ ذات السلاسل، ج۲، ص ۶۲۵ ۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ج ۲، ص ۱۳۱ ۔ ابن اثیر، ابو الحسن علی بن ابی المکرم محمد بن محمد (م ۶۳۰ھ)، الکامل فی التاریخ، ج ۲، ص ۱۵۶، دارصادر، بیروت ۱۳۹۹ھ/۱۹۷۹ء

۵۶۔ بخاری، صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب غزوۃ ذات السلاسل، ج ۲، ص ۶۲۵

۵۷۔ ابو داؤد، سنن ابی داؤد، کتاب الطھارۃ، باب اذاخاف الجنب البرد أیتیمم، ج ۱، ص ۱۳۴

۵۸۔ بخاری، صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب غزوۃ سیف البحر، ج ۲، ص ۶۲۵ و ۶۲۲

۵۹۔ حوالہ بالا، کتاب الطب، باب النفث فی الرقیۃ، ج ۲، ص ۸۵۵

۶۰۔ حوالہ بالا، کتاب المناسک، باب اذا صاد الحلال، ج ۱، ص ۲۴۵

۶۱۔ نسائی، سنن النسائی، کتاب الغسل، باب التیمم لمن یجد الماء بعد الصلوٰۃ، ج ۱، ص ۴۳۲

۶۲۔ ابو داؤد، سنن ابی داؤد، کتاب الطھارۃ، باب الجنب یتیمم، ج ۱، ص ۱۳۲ و ۱۳۳

۶۳۔ بخاری، صحیح البخاری، کتاب صلوٰۃ الخوف، باب صلوٰۃ الطالب والمطلوب، ج ۱، ص ۱۲۹

۶۴۔ حوالہ بالا، کتاب التیمم، باب ھل ینفخ فی یدیہ، ج ۱، ص ۴۸

۶۵۔ ترمذی، صحیح الترمذی، کتاب تفسیر القرآن عن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم، باب و من سورۃ النور، ج ۱۲، ص ۴۲ وما بعد

۶۶۔ بخاری، صحیح البخاری، کتاب الذبائح، باب ما انھر الدم من القصب ......، ج ۲، ص ۸۲۷

۶۷۔ نسائی، سنن النسائی، کتاب البیوع، باب بیع الطعام قبل أن یستوفی، ج ۵، ص ۳۳۰

۶۸۔ احمد بن حنبل، مسند احمد بن حنبل، ج ۱، ص ۱۵۲ ۔ ابن کثیر، البدایۃ و النھایۃ، ج ۵، ص ۱۰۷

۶۹۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ج ۳، ص ۴۲۳ ۔ بخاری، صحیح البخاری، کتاب الجھاد، باب اذا نزل العدو علی حکم رجل، ج ۱، ص ۴۲۷

۷۰۔ بخاری، صحیح البخاری، کتاب الطب، باب النفث فی الرقیۃ، ج ۲، ص ۸۵۵

۷۱۔ حوالہ بالا، کتاب الطب، باب الشرط فی الرُّقْیَۃ بقطیع من الغنم، ج ۲، ص ۸۵۴

۷۲۔ نسائی، سنن النسائی، کتاب الغسل، باب التیمم لمن یجد الماء بعد الصلوٰۃ، ج ۱، ص ۴۳۲

۷۳۔ بخاری، صحیح البخاری، کتاب صلوٰۃ الخوف، باب صلوٰۃ الطالب والمطلوب، ج ۱، ص ۱۲۹

۷۴۔ اس حدیث کا بقیہ مضمون یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ہانیؓ سے پوچھا: تمہارے کتنے بچے ہیں؟ حضرت ہانیؓ نے عرض کی: شریح، عبد اللہ اور مسلم۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم ابو شریح ہو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے اور ان کے بچوں کے لیے دعا فرمائی۔ ملاحظہ ہو: نسائی، سنن النسائی، کتاب آداب القضاۃ، باب اذا حکموا رجلا فقضی بینھم، ج ۸، ص ۲۲۶، ۲۲۷

۷۵۔ بخاری، صحیح البخاری، کتاب الفرائض، باب القائف، ج ۲، ص ۱۰۰

۷۶۔ ابن حجر عسقلانی، شہاب الدین احمد بن علی (م ۸۵۲ھ)، فتح الباری شرح صحیح البخاری، ج ۱، ص ۵۷، مؤسسۃ مناھل العرفان بیروت، مکتبۃ الغزالی دمشق

۷۷۔ ابن ماجہ، سنن ابن ماجه، كتاب الأحكام، باب القضاء بالقرعة، ج ۳، ص ۱۰۹

۷۸۔ ابو داؤد، سنن ابی داؤد، کتاب الطهارة، باب اذا خاف الجنب البرد أ يتيمم، ج۱، ص ۱۳۴

۷۹۔ مسلم، صحيح مسلم، كتاب الجهاد، باب صلح الحديبية فی الحديبية ، ج ۳،ص ۱۴۰۹ ، ۱۴۱۰

۸۰۔ بخاری، صحيح البخاری، کتاب الذ بائح والصيد، باب الضب، ج ۲، ص ۸۳۱

۸۱۔ ابو داؤد، سنن ابی داؤد، کتاب الطهارة، باب الجنب يتيمم ، ج ۱،ص ۱۳۲، ۱۳۳

۸۲۔ بخاری، صحيح البخاری، کتاب التيمم، باب هل ينفخ فی يديه، ج ۱، ص ۴۸

۸۳۔ حوالہ بالا، کتاب النكاح، باب الترغيب فی النكاح ، ج ۲، ص ۷۵۷،۷۵۸

۸۴۔ حوالہ بالا، کتاب الصوم، باب قوله تعالٰی كلوا واشربوا حتى يتبيّن ...... ج۱، ص ۲۵۷

۸۵۔ حوالہ بالا، كتاب المغازی، باب بعث النبی صلی اللّٰه عليه وسلم خالد بن وليد ......، ج۲، ص ۶۲۲

۸۶۔ طبری، ابوجعفر محمد بن جریر (م ۳۱۰ھ)، تاريخ الأمم و الملوك، ج ۳، ص ۹۹، دارالفکر ۱۳۹۹ھ/۱۹۷۹ء

۸۷۔ مسلم، صحيح مسلم، كتاب الطلاق، باب انقضاء عدة المتوفی عنها زوجها،و غيرها، بوضع الحمل، ج۲، ص ۱۱۲۲ ۔ بخاری، صحيح البخاری، كتاب الطلاق، باب واولات الأحمال اجلهن أن يضعن حملهن ، ج ۲، ص۸۰۱،۸۰۲